شعبان / رمضان 1434ھ

جولائی 2013ء

ماہنامہ

المرشد

اللہ
رسول
محمد

مَثَلُ الَّذِیْ یَذْکُرُ رَبَّہٗ وَالَّذِیْ لَایَذْکُرُ رَبَّہٗ مَثَلُ الْحَیِّ وَالْمَیِّتِ (الحدیث)

جو شخص اپنے رب کا ذکر کرتا ہے اور جو ذکر الٰہی نہیں کرتا اس کی [illegible] زندہ اور مردہ (الحدیث)

اگر تم اللہ کریم سے باتیں کرنا چاہتے ہو تو نماز پڑھو لیکن اگر تم چاہتے ہو کہ اللہ کریم تم سے باتیں کریں تو پھر قرآن پڑھو

حضرت شیخ المکرم
امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی

تصوف

تصوف دراصل اس قوت کا نام ہے کہ بندہ میدان عمل میں رہے لیکن اللہ کی اطاعت کا دامن اس کے ہاتھ سے نہ چھوٹے۔ ذات باری سے، اس کے کلام سے، نبی رحمت ﷺ سے، ارشادات نبوی ﷺ سے ایسا تعلق پیدا ہو جائے کہ آدمی جان سے جائے لیکن اس کے ہاتھ سے اطاعت پیغمبر ﷺ نہ جائے۔

یہ قوت از خود نہیں آتی۔ یہ اللہ نے اپنے حبیب ﷺ کے ذریعے تقسیم فرمائی۔ جب نبی ﷺ مبعوث ہوئے تو روئے زمین پر کوئی فرد ایسا نہیں تھا جس کا رشتہ اپنے رب کے ساتھ ہو۔ جو جانتا ہو کہ اللہ کون ہے، اس کی ذات کیسی ہے، اس کی صفات کیسی ہیں۔ پورا نظام کائنات چل رہا تھا لیکن چلانے والے کو کوئی نہیں جانتا تھا۔ جاننا آسان بھی نہیں تھا۔ اس کی ذات ہی ایسی ہے کہ دماغی کاوشوں سے یا دماغی علوم سے اسے نہیں جان سکتے۔ اس ذات کو سمجھنے اور پانے کا آلہ دل ہے۔ اور دلوں کا علم صرف انبیاء نے ہی بانٹا، ساری کائنات کو جو ملا محمد رسول اللہ ﷺ کے بانٹنے سے ملا۔

جس طرح چاند ستارے سورج سے مستفید ہو کر تاریک راتوں میں رہنمائی کرتے ہیں اسی طرح مشائخ (اولیاء اللہ) سینوں کو محمد رسول اللہ ﷺ کی برکات سے روشن کر کے دنیا کی تاریکیوں میں مخلوق کی رہنمائی کرتے ہیں۔

شیخ (ولی اللہ) ہی وہ ہستی ہے جو ہمارے دل پر نور نبوت کی پھوار برسائے اور ہمیں اللہ کی عظمت کا یقین دلا دے۔ اہل دل کا قرب بہت بڑی نعمت ہے اور جس دل میں یہ خواہش جڑ پکڑ لے کہ اسے اللہ سے تعلق رکھنا ہے تو یہ بہت بڑی بات ہے۔ پھر جس بندے کے ذریعے سے نعمت ملے وہ رشتہ بہت قیمتی ہے۔

یہی فیضان نبوت ہے جو تا قیامت جاری رہے گا اور جس کی ترسیل ہمیشہ اولیاء اللہ کے ذریعے ہوگی۔

بانی: حضرت العلام مولانا اللہ یار خانؒ مجدد سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

سرپرست: حضرت مولانا محمد اکرم اعوان مدظلہ، شیخ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

ماہنامہ

المرشد

PS/CPL#15

جولائی 2013ء شعبان المعظم/رمضان المبارک 1434ھ

جلد نمبر 34 شمارہ نمبر 11

مدیر: محمد اجمل

معاون مدیرہ: آصفہ اکرم (اعزازی)

سرکولیشن منیجر: محمد اسلم شاہد

قیمت فی شمارہ: 40 روپے

بدل اشتراک

پاکستان 450 روپے سالانہ، 235 روپے ششماہی

بھارت/سری لنکا/بنگلہ دیش	1200 روپے
مشرق وسطیٰ کے ممالک	100 ریال
برطانیہ یورپ	135 اسٹرلنگ پاؤنڈ
امریکہ	60 امریکن ڈالر
فارایسٹ اور کینیڈا	60 امریکی ڈالر

فہرست

اسرار التنزیل سے اقتباس	شیخ المکرم امیر محمد اکرم اعوان	3
اداریہ	ابوالاحمدین	4
کلام شیخ	سیماب اویسی	5
اقوال شیخ	انتخاب	6
طریقہ ذکر		7
لیلۃ القدر اور قرآن کی فضیلت	شیخ المکرم امیر محمد اکرم اعوان	8
مسائل السلوک	شیخ المکرم امیر محمد اکرم اعوان	16
اکرم التفاسیر	شیخ المکرم امیر محمد اکرم اعوان	20
حقوق والدین		27
غزوۂ مریسیع	از مولانا شبلی نعمانی	32
زکوٰۃ کے مسائل	مدرسہ تعلیمات قرآنیہ کراچی	34
خواتین کا صفحہ	ام فاران، راولپنڈی	42
بچوں کا صفحہ	ع خان، لاہور	46
نقش اور دم	شیخ المکرم امیر محمد اکرم اعوان	49
ALLAH'S OBEDIENCE	Ameer Muhammad Akram Awan	54
A LIFE ETERNAL	Abul Ahmadain Translation : Naseem Malik	57

انتخاب جدید پریس لاہور 042-36309053 ناشر: عبدالقدیر اعوان

سرکولیشن ورابطہ آفس: ماہنامہ المرشد، 17 اویسیہ سوسائٹی، کالج روڈ ٹاؤن شپ، لاہور

PH: 042-35180381 , Email: monthlyalmurshed@gmail.com

مرکزی دفتر: دارالعرفان ڈاکخانہ نور پور ضلع چکوال۔ ویب سائٹ سلسلہ عالیہ: www.oursheikh.org

Ph: 0543-562200 , FAX: 0543-562198 Email: darulirfan@gmail.com

"قرآن حکیم کو اس نیت سے پڑھو کہ میرا پروردگار مجھ سے باتیں کر رہا ہے"۔

اچھوتے انداز اور منفرد طرز تحریر کی حامل

تفسیر قرآن حکیم **اسرار التنزیل** سے اقتباس

تزکیہ کیا ہے؟

يَآيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُم ...... وَّ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ (البقرۃ 22-21)

ایک قلبی اور روحانی کیفیت کا نام ہے جس کے طفیل دل میں خلوص اور اطاعت الٰہی کی محبت پیدا ہو جاتی ہے اور گناہ اور معصیت سے نفرت ہونے لگتی ہے۔ اس کا ثبوت صحابہ کرامؓ کی مقدس زندگیاں ہیں کہ آپ ﷺ کی بعثت کے وقت دنیا کی اخلاقی حالت عموماً اور اہل عرب کی خصوصاً تباہی کے آخری کنارے پر پہنچ چکی تھی کہ آپ ﷺ کی بعثت نے انسانیت کو حیات نو بخشی اور ان ہی لوگوں کو وہ اخلاقی عظمت اور خلوص وللّٰہیت عطا فرمائی کہ تاریخ انسانی اسکی مثال پیش نہیں کر سکتی۔

آپ کی تعلیمات وارشادات اور اس کے ساتھ فیض صحبت تزکیہ کی اصل ہے صرف تعلیمات تو کافر بھی سنتا اور جانتا ہے مگر ایمان نہ ہونے کی وجہ سے فیض صحبت سے محروم ہو کر تزکیہ سے محروم رہتا ہے اور مومن ایمان لا کر ان کیفیات کو حاصل کرتا ہے جو آپ ﷺ کی صحبت میں بٹتی ہیں۔

صحابہ کرامؓ تابعینؒ اور تبع تابعینؒ کے بعد پھر اہل اللہ نے اس نعمت کو ان کے مقدس سینوں سے حاصل کیا اور خلق خدا کے دلوں کو روشن کرتے رہے اور کرتے رہیں گے انشاء اللہ کہ اس کی برکت سے کتاب و حکمت یا کتاب وسنت کی تعلیم حاصل کی جا سکتی ہے تزکیہ یا فیض صحبت ہی حصول تعلیم کی اساس ہے کتاب و حکمت کی وہ تعلیم جو انسان کیلئے راہ عمل کو آسان کرے جو اس کی عملی زندگی بن جائے ورنہ پھر محض حروف کی شناخت رہ جائے گی اسے تعلیم کہنا درست نہیں۔

اداریہ

سوئے منزل

ہر انسان کے رزق کا فیصلہ اس کے دنیا میں آنے سے پہلے ہی فرما دیا گیا ہے اور افراد کے مجموعی رزق کو ہی کسی قوم کی معیشت کہا جاتا ہے۔

وطن عزیز میں آنے والی ہر حکومت کی جانب سے عوام کو یہی نوید ملتی ہے کہ معیشت کی بحالی اس کی اولین ترجیح ہے۔

معیشت کی بہتری کیلئے کوشش ضرور کی جانی چاہئے کہ یہی سنت نبویؐ ہے لیکن یہاں اس حقیقت کو بھی مدنظر رکھنا بہت ضروری ہے کہ جو قوم اللہ سے منہ موڑ لیتی ہے اللہ تعالیٰ اس کا رزق کم کر دیتے ہیں۔ ومن اعرض عن ذکری فان لہ معیشتہ ضنکا جو میرے ذکر ہدایت سے منہ پھیرے گا تو یقیناً اس کے لئے (دنیا میں) تنگی کی زندگی ہوگی۔

ہمارے آج کے ارباب حکومت کو اللہ کریم نے ایک مرتبہ پھر اقتدار سے نوازا ہے۔ انہوں نے اپنے گزشتہ دور حکومت میں شریعت بل کے حوالے سے ہی پیش رفت نہیں کی تھی بلکہ قرآنی نصاب کو تعلیم کا لازمی جزو بنانے کی سعادت بھی ان ہی کے حصے آئی تھی۔

آج قومی معیشت کا مسئلہ ارباب اقتدار کے سامنے ایک کوہ گراں کی طرح کھڑا ہے اور کوہ کن ہاتھ میں محض ایک شیشہ لیے ہوئے ہے جبکہ اس کے بوجھ تلے پسی عوام کو سانس لینا محال ہے۔

اس زبوں حالی کی ایک بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ ہم اسباب تو تلاش کر رہے ہیں لیکن اس مسبب الاسباب کو چھوڑ کر۔ حقیقت یہ ہے کہ قومی معیشت کی بحالی کا حل بھی اسلامی نظام معیشت ہی ہے۔

پاکستان میں مروجہ قوانین کو قرآن وسنت کی روشنی میں تبدیل کرنا کار محال نہیں اور یہ نہ ہی کسی ایک مکتبۂ فکر کی بات ہے۔ اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارشات کی روشنی میں قوانین کی تبدیلی کیلئے ایک جامع آرڈیننس تیار کیا جاسکتا ہے۔

حق تو یہی ہے کہ حکومتی ترجیحات میں اسلام کو اولیت دینا ہی وطن عزیز میں خیر و برکت اور امن کا سبب بن سکتا ہے۔

تو پھر آیئے! کیوں نہ سوئے منزل چلیں!

ابو الاحمدین

کلامِ شیخ

سیماب اویسی

امیر محمد اکرم اعوان، سیماب اویسی کے قلمی نام سے شاعری کرتے ہیں۔ آپ کے کلام کے مندرجہ ذیل مجموعے شائع ہو چکے ہیں۔

گردِ سفر	نشانِ منزل	
کون سی ایسی بات ہوئی ہے	سوچ سمندر	
متاعِ فقیر	آس جزیرہ	دیدہ تر

اپنی شاعری کے بارے میں خود لکھتے ہیں:

"مگر حق یہ ہے کہ یہ سب محض میری کیفیات اور میرے جذبات کے اظہار کے علاوہ کچھ نہیں۔ یہ اشعار کیسے ہیں، ان کا معیار کیا ہے، بلکہ یوں کہیے یہ اشعار ہیں یا نہیں، اس کی مجھے خبر نہیں اس لئے کہ میں نے یہ فن سیکھا ہے نہ اس کے اسرار و رموز۔ میں نے جتنا بھی سیکھا سب کچھ اپنے عظیم شیخ کی توجہ اور نگاہ کا حاصل ہے۔ اگر ان اشعار میں واقعی کوئی کمال نظر آئے تو یہ اللہ کی عطا اور شیخ المکرم کا فیضانِ نظر ہے۔ اور اس کے سارے سقم کی ذمہ داری میری کمزوریوں کا نتیجہ ہے۔ اللہ کرے جو میں چاہتا ہوں وہ کہہ سکا ہوں اور جو کہہ گیا ہوں وہ کسی کی سمجھ آسکے تو میں نے اپنا مقصد حاصل کرلیا۔

فیضانِ نظر، متاعِ فقیر

غزل

مانو جو مری بات تو اک بات کہوں گا
ہے بات ہی ایسی کہ میں کہتا ہی رہوں گا

ہوتے ہو مرے پاس تو ہوتے ہو بہت دور
کب تک میں بھلا عالم نزع میں رہوں گا

ہر شاخ پہ اک پھل بھی لگا کرتا ہے آخر
الفت کے شجر پر بھی ثمر لا کے رہوں گا

یہ دیکھنا اک روز کہ خلوت میں تمہاری
سوچوں کی جگہ آ کے میں خود بیٹھ رہوں گا

بکھریں گے ترے گیسو مرے دوش پہ جس دن
اس دن میں ترے کان میں یہ بات کہوں گا

لگ جائے اگر آنکھ تو سیماب یہ جانو
آجائے اگر موت تو مر کے بھی جیوں گا

"کونسی ایسی بات ہوئی ہے" سے اقتباس

اقوالِ شیخ

1۔ جانور کی قربانی تو ایک علامت ہے کہ انسان نے اپنی غلط خواہشات کو زیر کرنے کا حوصلہ اور قوت حاصل کر لی۔

2۔ اسلام نام ہے زندگی کے ہر کام کو حضور ﷺ کے طریقے کے تابع کر دینے کا۔

3۔ شیخ کی ذمہ داری اللہ سے تعلق جوڑنا ہے۔ جڑے گا انہی کا جن کا مقصد خالص ہوگا۔

4۔ رواج اس وقت تک رواج ہے جب اسے عام لوگ استعمال کرتے ہیں۔ اگر وہی رواج حضور ﷺ اختیار کر لیں تو وہ دین بن جاتا ہے۔

5۔ دعا وہی کامیاب ہے جس کے ساتھ اسباب بھی اس قابل بنائے جائیں۔

6۔ جو جرم کرتا ہے اس کو جرم کی سزا بھگتنا ہوگی۔ یہ اس واحد لاشریک کا قانون ہے جو بڑا رحیم، کریم اور غفور ہے۔

7۔ ہر ایک کے پاس وقت مقررہ تک کیلئے مہلت ہے۔ جو جی چاہتا ہے کر لے۔ لیکن یہ اصول یاد رہے کہ نافرمانی کر کے کوئی انعام نہیں پا سکے گا۔

8۔ رحمت کا یہ مطلب نہیں کہ نافرمانی کر کے رحمت کو پا سکتے ہیں۔ رحمت کو پانے کیلئے رحمت سے جڑنا اور اطاعت ضروری ہے۔

9۔ حقیقت یہ ہے کہ نہ تو جائز وسائل تقدیر الٰہی کو بدل سکتے ہیں نہ ناجائز وسائل بدل سکتے ہیں ہوگا وہی جو اللہ چاہتا ہے۔ دیکھا صرف یہ جائے گا کہ کس نے اپنے معاملات و معمولات زندگی میں اللہ کی اطاعت کی اور نبی کریم ﷺ کا اتباع کیا؟

10۔ ہر کام میں دانشمندی یہ ہے کہ اللہ کے حبیب ﷺ کا اتباع کیا جائے۔ جہاں سے دامان رسالت چھوٹے گا وہیں سے جہالت شروع ہو جائے گی۔

11 محمد رسول اللہ ﷺ کو مبعوث فرما کر اللہ کریم نے اپنی معرفت کا وہ دروازہ کھول دیا، بعثت عالی کی اتنی روشنی ہوئی کہ اس روشنی میں بندوں نے اپنے معبود برحق کو دیکھ لیا۔

12۔ مادی عشق میں نفع و نقصان ہوتا ہے۔ عشق الٰہی اور عشق پیغمبر ﷺ میں نقصان کا تصور نہیں۔

ذکر کا فائدہ یہ ہے کہ بندے کو اپنے کچھ نہ ہونے اور اللہ کے سب کچھ ہونے کا احساس ہو جائے۔

ذاتِ باری کے معاملے میں اپنے نہ ہونے کا ادراک ہو جائے کہ میں کچھ بھی نہیں ہوں سب کچھ وہ ہے۔

شیخ المکرم امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی

پہلا لطیفہ۔ مکمل یکسوئی اور توجہ کے ساتھ ہر سانس کی آمد و رفت پر اس طرح گرفت ہو کہ ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات ''اللہ'' دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ ''ھو'' کی چوٹ قلب پر لگے۔ دوسرے لطیفے کو کرتے وقت ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات ''اللہ'' دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ ''ھو'' کی چوٹ دوسرے لطیفے پر لگے۔ اسی طرح تیسرے چوتھے اور پانچویں لطیفہ کو کرتے وقت ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات ''اللہ'' دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ ''ھو'' کی چوٹ اس لطیفہ پر لگے جو کیا جا رہا ہو۔ دیئے گئے نقشے میں انسان کے سینے، ماتھے اور سر پر لطائف کے مقامات بتائے گئے ہیں جن کا خیال کر کے ذکر کیا جاتا ہے۔

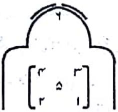

چھٹا لطیفہ۔ ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات ''اللہ'' دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ ''ھو'' کا شعلہ پیشانی سے نکلے۔

ساتواں لطیفہ۔ ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات ''اللہ'' دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ ''ھو'' کا شعلہ پورے بدن کے ایک ایک مسام اور خلیہ سے باہر نکلے۔

ساتویں لطیفہ کے بعد پھر پہلا لطیفہ کیا جاتا ہے جس کا طریقہ سب سے پہلے بیان ہوا ہے۔ ذکر کے دوران سانس تیزی اور قوت سے لیا جائے اور ساتھ ہی جسم کی حرکت جو سانس کے تیز عمل کے ساتھ خود بخود شروع ہو جاتی ہے۔ پورا خیال رہے کہ کوئی سانس اللہ کے ذکر سے خالی نہ ہو۔ توجہ قلب پر مرکوز اور ذکر کا تسلسل ٹوٹنے نہ پائے۔

رابطہ: ساتوں لطائف کے بعد رابطہ کیا جاتا ہے جس کا طریقہ یہ ہے۔ ساتویں لطیفہ کے بعد پہلا لطیفہ کیا جاتا ہے اور پھر رابطہ کے لئے سانس کی رفتار کو طبعی انداز پر لا کر ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات ''اللہ'' قلب کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ ''ھو'' کی چوٹ عرش عظیم سے جا ٹکرائے۔

لیلۃ القدر اور قرآن کی فضیلت

شیخ المکرّم حضرت امیر محمد اکرم اعوان مدظلہٗ العالی

اَعُوذُ بِاللہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیمِ ۰ بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیمِ۔
اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ ۰ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۰ لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ ۰ تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ مِّنْ كُلِّ اَمْرٍ ۰ سَلٰمٌ هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ ۰

ارشاد باری ہے اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ بے شک اس کو یعنی قرآن کریم کو لیلۃ القدر میں نازل فرمایا وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ اور اے مخاطب! تجھے کیا خبر لیلۃ القدر کیا ہے؟ لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ لیلۃ القدر ہزار مہینے سے بہتر ہے تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ مِّنْ كُلِّ اَمْرٍ اس میں فرشتے نازل ہوتے ہیں اور روح اپنے پروردگار کی اجازت سے، مِنْ كُلِّ اَمْرٍ سَلٰمٌ ہر شعبۂ زندگی میں، ہر حال میں، ہر کام میں سلامتی ہے۔ سَلٰمٌ هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ یہ طلوعِ فجر تک رحمت ہے۔

اللہ کریم نے جہاں رمضان المبارک کو بے پناہ فضیلتیں اور بخشش کے سامان عطا فرمائے ہیں اور روزہ داروں کی بخشش اور انعامات کے وعدے کیے ہیں، وہاں سب سے بڑی بات جو قرآن کریم میں ارشاد فرمائی گئی ہے وہ رمضان المبارک کی خصوصیت ہے۔ رمضان المبارک وہ بابرکت مہینہ ہے جس میں قرآن کریم کا نزول ہوا۔ قرآن کریم اللہ کریم کا ذاتی کلام ہے اور کلام متکلم کی شان، حیثیت، عظمت اور جلالت کا امین ہوتا ہے۔ کلام کرنے والے میں جو خوبی ہے وہ اس کے کلام سے عیاں ہوتی ہے۔ کلام کرنے والے میں جو کیفیات اور اثر ہے۔ کلام سننے والا وہ کلام سن کر متاثر اور مستفید ہوتا ہے۔ قرآن کریم اللہ کا ذاتی کلام ہے اور آخری کتاب ہے جو قیامت تک کے لوگوں کیلئے ہے اور اس میں قیامت تک کے حالات و مسائل کا حل اور جواب عطا فرمایا گیا ہے۔ اور یہ اتنا عظیم کلام ہے کہ اس کیلئے اللہ کریم نے رمضان المبارک کا مہینہ، جو سب مہینوں سے افضل ہے، پسند فرمایا۔ اور ارشاد فرمایا! ہم نے رمضان کو بھی قرآن سے عظمت و شرف عطا فرمایا۔ پھر ارشاد فرمایا! اسے ہم نے لیلۃ القدر میں اتارا۔ مفسرین کرام لکھتے ہیں کہ لوح محفوظ سے آسمان اول پر ایک ہی رات میں لیلۃ القدر میں نازل ہو گیا لیکن حضور اکرم ﷺ پر جو نزول قرآن شروع ہوا وہ بھی لیلۃ القدر میں ہوا اور تیئس برسوں میں مکمل ہوا۔ قرآن کی عظمت وجلالت یہ ہے کہ جس مہینے میں اترا وہ مہینہ، مہینوں سے افضل، جس رات میں اترا وہ رات، راتوں سے افضل اور جس ہستی پر نازل ہوا وہ تمام انبیاءؑ و رسلؑ کے سردار، امام اور افضل ہیں۔ تو قرآن کریم اللہ رب العزت کا اتنا بڑا انعام ہے کہ جس کی عظمت کو ہمارا شعور سمو نہیں سکتا۔ جس مہینے میں نازل ہوا۔ اس کی برکات کا یہ عالم ہے کہ جس کا پہلا عشرہ بخشش و مغفرت کا ہے، دوسرا عشرہ اللہ کی رحمت کا ہے اور تیسرا جہنم سے آزادی کا پروانہ ملنے کا۔

فضائل رمضان میں نبی ﷺ کا ارشاد ہے من صام رمضان ایمانا واحتسابا غفر له ما تقدم من ذنبه (البخاری والمسلم) کہ جس نے رمضان کا روزہ ایمان اور احتساب کے ساتھ رکھا اس کا عقیدہ وہ ہو جو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ایمان صحیح اور خالص ہو، اللہ کی رضا کیلئے روزہ ہو، اللہ سے برکات وصول کرنے کیلئے روزہ ہو، کیفیات کے حصول اور قرب الٰہی کے مقامات کیلئے روزہ ہو، لوگوں کو دکھانے کیلئے یا شاباش

لینے کیلئے، یا اپنی بزرگی کے اظہار کیلئے نہ ہو، اللہ کیلئے ہو، اپنے لیے نہ ہو، سیدنا فاروق اعظمؓ فرمایا کرتے تھے کہ اپنا حساب کرلو اس سے پہلے کہ تم سے حساب لیا جائے یعنی موت آنے سے پہلے، منکر نکیر کے پوچھنے سے پہلے اپنا محاسبہ خود کیا کرو۔ حضور ﷺ نے بخشش کیلئے ایمان اور احتساب کی شرط رکھی، یعنی ایک اس کا ایمان خالص ہو، دوسرا وہ اپنا احتساب بھی کرتا ہو کہ میں کون ہوں؟ میرا عقیدہ کیا ہے؟ اور میرے عقیدے کا تقاضا کیا ہے؟ میرا رب کیسا ہے؟ اور کتنا کریم ہے؟ اور اس نے میرا نبی ﷺ کیسا مبعوث فرمایا ہے؟ اور اطاعت نبوت کا مجھ سے کیا تقاضا ہے اور میں وہ کس حد تک پورا کر رہا ہوں۔ فرمایا! کسی نے اس نظر سے، اس توجہ اور پوری سنجیدگی سے ایک روزہ بھی رکھ لیا تو اس سے پہلے زندگی میں جتنی خطائیں کر چکا ہے وہ ساری معاف ہو جائیں گی۔ حدیث مبارک کا اگلا حصہ ہے۔ فرمایا من قام رمضان ایمانا و احتسابا غفر له ما تقدم من ذنبه (بخاری، مسلم) اور کما قال رسول اللہ ﷺ کہ رمضان کی راتوں میں جس نے قیام کیا ایمان اور احتساب سے، اس کے پچھلے سارے گناہ معاف کر دیئے گئے اور پھر اگر اس میں ایک رات لیلۃ القدر کی نصیب ہو جائے جو رمضان المبارک میں ہے اور جس کی تلاش کی حضور ﷺ نے تاکید فرمائی ہے اور جس کی نشان دہی فرمائی ہے کہ آخری عشرے کی طاق راتوں میں اسے تلاش کرو۔ قیام اللیل کا جہاں تک تعلق ہے تو علمائے کرام فرماتے ہیں کہ کوئی ساری رات تسبیح کرتا رہا یا نوافل پڑھتا رہا یا تلاوت کرتا رہا وہ تو نور علی نور ہے۔ لیکن جس شخص نے عشاء کی نماز بھی با جماعت ادا کر لی اور پھر اٹھ کر فجر کی جماعت میں شامل ہو گیا تو وہ بھی قائم اللیل ہے اسے بھی ساری رات کے بیدار رہنے کا ثواب ملے گا۔

یہاں وضاحت فرمائی وَمَآ أَدْرٰكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ اے مخاطب! تو کیا جانتا ہے لیلۃ القدر کیا ہے؟ پھر اس کی ایک جھلک دکھلا دی کہ اس کی وسعتیں تو بے پناہ ہیں۔ اس میں جو رحمتیں اور برکات ہیں وہ بے شمار ہیں۔ ایک پہلو تمہیں اس کا بتا دیتا ہوں کہ یہ ایک رات، ایک ہزار مہینے سے بہتر ہے۔ یعنی کوئی شخص ایک ہزار مہینہ باوضو رہے۔ ذکر کرتا رہے، مراقبات کرتا رہے، تلاوت کرتا رہے، نوافل پڑھتا رہے، سجدے کرتا رہے، تسبیحات کرتا رہے، درمیان میں کوئی وقفہ نہ ہو، نہ کھائے نہ پیئے، نہ کہیں آئے نہ جائے اور اس ہزار مہینے یعنی تراسی برس اور چار مہینے سے اس کی ایک رات کی بیداری بہت بہتر ہے۔ کتنی بہتر ہے؟ بہت بہتر ہے، کتنی بہتر ہے وہ حد مقرر نہیں فرمائی۔ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ ہزار مہینے سے بہتر ہے۔ کتنی بہتر ہے؟ یہ اپنی اپنی رات ہے یعنی کم از کم جو اجر کسی کو ملے گا وہ ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ اب اس میں کس کی نیت میں کتنا خلوص ہے۔ سجدوں میں کتنا سوز و گداز ہے، اس کے ذکر میں کس قدر محویت ہے اور اللہ سے کس قدر اس کی یکسوئی اور معرفت الٰہی کا کس قدر ذوق شوق ہے تو ہر ایک کے ذوق اور اس کے شوق اور کیفیت اور اس کے خشوع و خضوع کے مطابق درجات بدلتے جائیں گے۔ کم از کم جو ملے گا وہ ہزار مہینے سے بہتر ہے، زیادہ کی اللہ کریم نے کوئی بات ارشاد نہیں فرمائی کہ ہزار مہینے سے دوگنا ہے، دس گنا ہے، ہزار گنا ہے، لاکھ گنا ہے، کروڑ گنا ہے یہ تو اپنا اپنا ظرف ہے کہ کس کی کتنی توجہ الی اللہ ہے۔ کون کتنے خلوص سے کر رہا ہے۔ اس کے پیمانے اللہ کے پاس ہیں۔ میں اور آپ اپنا خلوص نہیں ناپ سکتے، ہم دوسرے کا کیا ماپیں گے، ہمیں تو بعض اوقات اپنا نفس دھوکہ دے جاتا ہے ہم سمجھتے ہیں اللہ کی عبادت کر رہے ہیں حالانکہ نفس کی پوجا میں لگے ہوتے ہیں تو اللہ کریم بہتر جانتے ہیں، فرمایا! جتنا کسی کا خلوص ہے، خشوع و خضوع ہے جتنی محویت ہے، اتنے ہی اس کے مدارج بلند ہوتے جاتے ہیں اور کن بلندیوں تک پہنچتے ہیں۔ یہ اللہ ہی جانے یہ جاننا اسی کا کام ہے کہ بندوں میں کتنا کتنا خلوص ہے، لیکن کم از کم جس کا عقیدہ بھی درست ہو اور احتساب سے لیلۃ القدر میں کھڑا ہو، روزہ رکھے یا بیداری کرے تو کم از کم اسے جو ملے گا وہ ہزار مہینے کی عبادت سے بہتر ہے، فرمایا! اس میں

عجیب بات یہ ہے۔

تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ مِّنْ كُلِّ اَمْرٍ اس میں رب کریم کی اجازت سے، اپنے پروردگار کے عطا کئے ہوئے وقت اور اجازت سے فرشتے نازل ہوتے ہیں اور روح، علمائے کرام نے دو رائے لکھی ہیں فرمایا! فرشتے نازل ہوتے ہیں اور روح الامین، جبرائیل امین بھی زمین پر تشریف لاتے ہیں اور یہ سارے وہ فرشتے نہیں ہوتے جو ہر وقت زمین پر مصروف ہیں، کارگہہ حیات میں بے پناہ فرشتے صرف ایک بندے پر مقرر ہیں، ہماری نظر، ہماری سماعت، ہماری قوت گویائی، حواس خمسہ چلانے والے بھی الگ الگ فرشتے ہیں۔ ہماری سانسوں کو لانے، لے جانے والے الگ فرشتے ہیں۔ ہمارے پھیپھڑوں کو کام کرانے والے گردے، جگر اور تمام اعضاء کو کام میں لانے والے، ہر ہر عضو پر، ہر ہر جگہ پہ الگ الگ فرشتہ مقرر ہے۔ پتہ نہیں کتنے فرشتے ایک ایک آدمی کے ساتھ لگے ہوئے ہیں جب کوئی بیماری یا تکلیف آتی ہے تو علمائے حق فرماتے ہیں کہ اس فرشتے کو کہہ دیا جاتا ہے کہ اس جگہ سے اپنا کام روک دے۔ وہ ایک جگہ سے رکتا ہے تو بیماری پیدا ہو جاتی ہے۔ بارش کے ہر قطرے کے ساتھ ایک فرشتہ ہوتا ہے کہ جس کی ذمہ داری ہوتی ہے کہ جہاں اللہ نے فرمایا وہاں اس قطرے کو پہنچاتا ہے۔ اسی طرح سورج کی ہر کرن کے ساتھ، ہوا کے ہر جھونکے میں، بادلوں کے لانے والے اور ہیں، برسانے والے اور ہیں۔ رعد اور برق والے ہیں، ہر درخت، ہر پتے، ہر ڈالی کے ساتھ مقرر ہیں۔ بے شمار فرشتے مقرر ہیں جو اپنی اپنی ڈیوٹی زمین پر مسلسل سرانجام دیتے ہیں۔

ان کی بات نہیں ہو رہی یہاں ان فرشتوں کی بات ہو رہی ہے جو سال میں صرف لیلۃ القدر میں ہی اترتے ہیں۔ سال میں صرف ایک رات اترتے ہیں اور خاص مقربانِ بارگاہ ہوتے ہیں جو رحمت و بخشش الٰہی لے کر زمین پہ اترتے ہیں اور پھیل جاتے ہیں۔ والروح سے مراد علماء کی ایک جماعت نے روح الامین لکھا ہے اور بہت سے دوسرے حضرات، مفسرین کرام نے لکھا ہے کہ روح سے مراد نجات یافتہ ارواح مومنین ہیں جو نجات میں ہیں ان کی ارواح کو بھی اس رات رخصت ملتی ہے کہ زمین پر جائیں، اپنوں کو تلاش کریں، ان کیلئے دعا کریں، ان کیلئے برکات لے کر جائیں۔ روح انسانی کا عجیب معاملہ ہے۔ روح نے برزخ یا آخرت میں وہ کچھ استعمال کرنا ہے جو کچھ اس نے یہاں کمایا۔ اس کے سارے کا سارا مدار اس چند روزہ زندگی پر ہے۔ اس میں وہ کیا حاصل کرتا ہے۔ وہی جا کر اسے برزخ میں، میدان حشر میں، آخرت میں، جنت میں اسی کے حساب سے ساری نعمتیں نصیب ہوں گی۔ اب عالم برزخ سے یا علیین سے زمین پر اترنا۔ اگر زندگی میں اس کی روح نے قوت پرواز حاصل کر لی تو اسے مرنے کے بعد بھی قوت پرواز حاصل ہوگی۔ اگر کسی روح نے اس زندگی، اس دار دنیا میں قوت پرواز حاصل نہیں کی تو ہو سکتا ہے وہ بڑا عابد و زاہد ہو، نیک ہو، مخلص ہو، ولی اللہ ہو، بہت بڑا عالم ہو اور اس کا علم حق ہو اور ساری عمر نیک رہا ہو، اس کے منازل، مقامات اور درجات بہت بلند ہوں لیکن اگر قوت پرواز اس نے دنیا میں حاصل نہیں کی تو برزخ میں قوت پرواز نہیں پا سکتا، اپنے مرکز، اپنی جگہ، علیین میں یا جہاں مرکز ہوگا وہیں رہے گا۔ ادھر ادھر نہیں جا سکتا۔ برزخ میں قوتِ پرواز صرف ان ارواح کو ملتی ہے جو اس زندگی میں حاصل کر لیتے ہیں کہ جنہوں نے فنافی الرسول تک حاصل کر لی، جس نے فنا بقا تک، کوئی آگے نکل گیا قوت پرواز بھی جو اس دنیا سے لے کر جاتا ہے برزخ میں اسی کے پاس ہوگی۔ یہ الگ بات ہے کہ برزخ میں جانے کے بعد انہیں دنیا کی رغبت نہیں رہتی۔ دنیا میں آنے کو پسند نہیں کرتے۔ اس قدر محویت، قرب الٰہی، انعامات الٰہی، انوارات و تجلیات ہوتے ہیں ان میں محو رہتے ہیں کہ ان کو چھوڑ کر یہاں آنے کی انہیں کیا ضرورت ہے۔

ایک اور بڑی عجیب بات ہے کہ اہل مغرب نے ایک فن بنایا ہوا ہے وہ کہتے ہیں کہ ہم روحوں کو بلا لیتے ہیں پہلی بات تو یہ ہے کہ بلانے

والے خود ایمان ہی نہیں رکھتے، دوسری بات یہ ہے جس روح کو کہو بلا لیتے ہیں۔ روح دکھائی تو نہیں دیتی لیکن انہوں نے ایک Medium ایک بندے کو درمیانی واسطہ بنایا ہوا ہوتا ہے۔ اس میں وہ روح آجاتی ہے اور جب وہ بولتی ہے، بات کرتی ہے تو آواز بھی اسی بندے کی ہوتی ہے جس کی روح کو آپ نے بلوایا۔ اور اس کے سارے امور سے بھی وہ واقف ہوتی ہے۔ اس کے بارے ساری چیزیں بتاتی ہے لیکن یہ روح نہیں ہوتی۔ قرآن کریم میں بھی موجود ہے اور نبی ﷺ کا ارشاد عالی بھی ہے کہ ہر پیدا ہونے والے کے ساتھ ایک شیطان بھی پیدا ہوتا ہے جو ساری زندگی اس بندے کے ساتھ رہتا ہے۔ جب وہ مر جائے تو اسی کی قبر پر ڈیرہ لگا لیتا ہے چونکہ ان کی زندگیاں ہزاروں برس ہوتی ہیں تو وہ اپنی زندگی وہیں بسر کرتا ہے۔ مرجائے تو وہیں خاک میں مل جاتا ہے۔ عرض کی گئی کیا آپ ﷺ کے ساتھ بھی؟ فرمایا! ہاں میرے ساتھ بھی شیطان پیدا ہوا لیکن جو میرے ساتھ پیدا ہوا الحمد للہ! وہ مجھ پر ایمان لے آیا، وہ مسلمان ہو گیا۔ برزخ میں لوگ دو حالوں سے خالی نہیں ہوتے۔ یا جنتی ہیں یا دوزخی۔ اب اگر دوزخی کو کوئی کہے کہ یہاں بلا لیتا ہوں تو اس سے بندہ یہ پوچھے تو اس دنیا کے حوالات سے کسی کو نہیں بلا سکتا تو جہنم سے برزخ کی حوالات سے کس طرح بلائے گا۔ اور اگر جنتی کیلئے یہ مانا جائے کہ کوئی جنتر منتر پڑھے اور وہ جنتی کی روح کو پکڑ کر یہاں لے آتا ہے تو پھر جنت کی فضیلت کہاں رہی، اس کی عظمت کہاں رہی لہٰذا روحوں کو بلانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ہاں! یہ جب عملیات کرتے ہیں تو وہ شیطان جو ان کے ساتھ زندگی بھر لگے رہے وہ شیاطین آجاتے ہیں۔ ان کا حلیہ بھی وہی ہوتا ہے لب ولہجہ بھی وہی ہوتا ہے اور بندے کے سارے حالات سے بھی واقف ہوتے ہیں وہ آکر اس بندے سے بولنا شروع کر دیتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں ہم نے روح بلا لی۔ روح نہیں بلا سکتے، شیاطین آتے ہیں اور شیطانی عملیات سے ہی آتے ہیں۔ بلانے والے بھی کافر ہوتے ہیں اور وہ جو بھی پڑھتے ہیں وہ بھی سارا کفر ہوتا ہے۔ ان کے اعمال بھی خراب ہوتے ہیں۔

حدیث مبارکہ میں بتایا گیا ہے کہ یہ تو خصوصی رحمت فرمائی گئی ان ارواح پر بھی کہ جن کے پاس قوت پرواز نہیں تھی۔ اور نجات میں تھے۔ اس شب انہیں بھی قوت پرواز عطا کی گئی اور انہیں چھٹی دی گئی کہ تم بھی زمین پر جاؤ، کیفیات لے جاؤ، رحمتیں لے جاؤ بخششیں لے جاؤ، اپنوں کو دیکھو، اولادوں کو دیکھو، گھر والوں کو دیکھو! اور ان کو وہ برکات تقسیم کرو! اب یہ الگ بات ہے کہ وہ فرشتے جو رحمتیں دینے آتے ہیں وہ ارواح جو برکات بانٹنے آتی ہیں۔ آگے ان کو کیا ملتا ہے یہ دوسری بات ہے کیونکہ کسی بھی چیز میں ایک دینے والا ہوتا ہے، ایک لینے والا ہوتا ہے۔ دینے والے کیلئے یہ ضروری ہے کہ یہ نعمت اس کے پاس ہو، یہ طاقت ہو کہ وہ دے سکے اور لینے والا لینے کی اہلیت رکھتا ہو۔ اب اگر لینے والے کا عقیدہ بھی خراب ہے اور عمل بھی خراب ہے اور وہ رمضان شریف میں بھی ڈاکے مار رہا ہے، لوگوں کا قتل عام کر رہا ہے، بدکاری اور برائی کے اڈے چلا رہا ہے، رشوت کھا رہا ہے، گراں فروشی کر کے لوگوں کو لوٹ رہا ہے، ذخیرہ اندوزی کر کے لوگوں کو لوٹ رہا ہے، اگر اس کا یہ کردار ہے تو اسے کیا ملے گا تو وہ ناراض، مایوس ہو کر لوٹتے ہیں ہو سکتا ہے بددعا ہی دیتے ہوں گے لیکن سخت مایوس ہو کر لوٹتے ہیں۔ تو یہ دیکھ لینا چاہیے کہ انعامات الٰہی کی تو کوئی حد نہیں۔ یعنی اللہ کی ایک مقدس کتاب ہے جس کا ایک ایک لفظ، اس کا ایک ایک حرف زندگی بھر کے گناہ بخشوانے نجات کیلئے اور ترقی درجات کیلئے کافی ہے۔ لیکن لینے کی استعداد بھی تو ہو۔ اگر اس کتاب کو بھی ہم نے جھوٹی گواہی دینے کیلئے استعمال کرنا ہو اور اپنا گواہ بنا لیا ہو تو پھر کیا؟ اللہ کریم کی تو ذات اور صفات کا احاطہ نہیں ہو سکتا، کلام الٰہی صفت الٰہی ہے اور اللہ کا ذاتی کلام ہے۔ اس میں کتنی برکات ہیں جس کے نزول سے شہر رمضان کو تقدس بھی ملا، عظمت بھی ملی اور یہ ایک مہینہ اس کی ہر ساعت کروڑوں لوگوں کو بخشوانے کیلئے کافی ہوتی ہے۔ پھر اس میں ایک خاص رات لیلۃ القدر

ہے۔ جو ہر طاق رات میں تلاش کی جانی چاہیے۔ اس ایک رات میں اتنی فضیلت رکھی کہ جس کے نزول کے سبب رکھی اس کے کلام کی فضیلت کیا ہوگی۔ اسے پڑھنا، اسے سمجھنا، اس کی لذت وحلاوت کو محسوس کرنا اور اس کو اپنے آپ پر نافذ کرنا، یہی تو قرآن ہے۔ قرب الٰہی کیلئے سب سے اعلیٰ ذریعہ، فرمایا گیا اگر تم اللہ کریم سے باتیں کرنا چاہتے ہو تو نماز پڑھو، نوافل ادا کرو تم اللہ سے مخاطب ہونے کا شرف پاؤ گے۔ لیکن اگر تم چاہتے ہو کہ اللہ کریم تم سے بات کرے تو پھر قرآن پڑھو! اللہ کریم تم سے باتیں کرنے لگے گا۔ ہر آیت تمہیں مخاطب کر کے جھنجھوڑ جھنجھوڑ کر حقائق سے آشنا کر رہی ہے۔ اگر تم چاہتے ہو کہ پروردگار عالم تم سے بات کرے تو پھر قرآن پڑھو۔ تو کیا عظمت ہوگی اس کتاب کی جس مہینے میں اتری اس مہینے کو شرف بخشا، جس رات میں اتری اس رات کو ہزاروں مہینوں پر افضل کر دیا، جس ہستی پر اتری وہ بھی کائنات کی افضل ترین ہستی ہے جو مخلوق ہے لیکن جس کا ثانی مخلوق میں نہیں ہے۔ افضل البشر، افضل الانبیائؑ، افضل الرسل، امام الانبیاء ﷺ۔ تو فرمایا! اس میں بے پناہ فرشتے جو رحمت کے امین ہوتے ہیں زمین پر تشریف لاتے ہیں لیکن سوال یہ ہے کہ ہم میں ان انعامات کو وصول کرنے کی استعداد بھی تو ہو۔ جس کے وہی دو ضابطے جو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بتائے وہی ہیں، ایمان ہو، احتساب ہو۔ احتساب یہ ہے کہ کسی دنیاوی لالچ کے لئے کر رہا ہے، ذاتی شہرت کیلئے کر رہا ہے، دولت دنیا جمع کرنا چاہتا ہے یا رضا الٰہی کیلئے کر رہا ہے۔ احتساب یہ ہے کہ اپنی خواہش، اپنی آرزو کو دوسرے سے ہر کوئی بہتر جانچ سکتا ہے۔ آپ نہیں جانتے میرے دل میں کیا ہے؟ میں نہیں جانتا آپ کے دل میں کیا ہے؟ اللہ بہتر جانتے ہیں لیکن بندہ ذاتی طور پر اپنے ارادوں کو چیک کر سکتا ہے کہ میں کیا چاہتا ہوں میری خواہش کیا ہے۔ تو احتساب کرے کہ خواہش محض قرب الٰہی، رضائے الٰہی کو پانے کی ہو تو پھر وہ نعمتیں وصول کرنے کی توفیق نصیب ہوگی۔ ہمارے ہاں تو رواج ہے نا، حکایات مشہور ہیں، ہماری یہ بدنصیبی ہے کہ حقائق لوگوں نے چھوڑ دیے ہیں، حکایات کو اپنا لیا ہے علامہ مرحوم نے فرمایا

یہ امت روایات میں کھو گئی ہے
حقیقت خرافات میں کھو گئی ہے

لوگوں نے قصے کہانیاں بنا لی ہیں اور قرآن کے ارشاد اور ارشادات آقائے نامدار ﷺ کو چھوڑ دیا ہے۔ ان کی پروا نہیں کرتے۔ حکایتیں گھڑ لی ہیں کہ فلاں ایک بزرگ تھا اس نے یہ کر دیا۔ فلاں وہ تھا اور اس نے وہ کر دیا۔ قصے کہانیاں بیان کرتے رہتے ہیں۔ حتیٰ کہ میں نے دیکھا کہ آخرت کے حوالے سے بھی لوگ کہانیاں ہی بیان کرتے ہیں۔ فلاں نے یہ کیا تو اسے آخرت میں یہ مل گیا۔ جیسے پتہ نہیں قیامت قائم ہو چکی، حساب کتاب ہو چکا۔ سب کچھ مل ملا چکا۔ یہ پتہ نہیں کیا بتاتے ہیں میری سمجھ میں تو نہیں آتا۔ قصے سنا سنا کر لوگوں کو پاگل کیا ہوتا ہے اور محض قصے ہوتے ہیں۔ بھئی قرآن اور حدیث کے ہوتے ہوئے حکایات کے سننے کی کیا ضرورت ہے؟ اور اگر کسی کی کوئی حکایات قرآن سے استفادہ کرنے کی، حدیث پاک، سنت سے استفادہ کرنے کی ہے تو وہ سننے سے ایمان تازہ ہوتا ہے لیکن کوئی کہانی قرآن و حدیث کے باہر ہے اس کے سننے سے تو وقت ہی ضائع ہوگا دل بھی سیاہ ہوں گے اور قوتِ عمل بھی ضائع ہوگی۔ دین کی بنیاد حکایات پر، قصوں پر، کہانیوں پر نہیں ہے۔ قرآن کریم نے بے شمار قصے بیان فرمائے ہیں انبیائؑ کے بھی اور سابقہ قوموں کے بھی، کفار کے بھی اور بڑے بڑے جابر کافروں کے بھی۔ آپ نے دیکھا قرآن کریم نے کہیں مسلسل تاریخ بیان نہیں فرمائی۔ جس قصے میں ان کا کوئی ٹکڑا بطور مثال لوگوں کو سمجھانے کیلئے جہاں درکار ہوا وہاں وہ ٹکڑا ارشاد فرما دیا۔ کیونکہ قرآن کا موضوع عملی اور ایمانی زندگی کی اصلاح ہے تاریخ نہیں۔ اگر تاریخ بتانا ہوتی تو پھر ہر قصے کو مسلسل بیان فرمایا۔ پورے قرآن کریم میں سوائے حضرت یوسفؑ کے سورۃ یوسفؑ کے سوا اور کسی نبی علیہ السلام کا تذکرہ مسلسل ایک

رو میں نہیں کیا گیا اور اس کے مسلسل ایک رو میں تذکرہ میں اتنے فوائد، اتنے سبق آموز واقعات اور ان کی زندگی کے اتنے عجیب وغریب موڑ دکھائے ہیں قدرت نے کہ باپ بھی نبیؑ ہے، بیٹا بھی نبیؑ ہے، چار پشتیں نبوت ہے یوسفؑ نبیؑ، یعقوبؑ نبیؑ، اسحاقؑ نبیؑ، ابراہیمؑ، نبیؑ، نبیؑ ابن نبیؑ، ابن نبیؑ، ابن نبیؑ، چار پشت سے نبوت چلی آ رہی ہے اور ایسا بے نیاز ہے کہ بھائیوں کے ہاتھوں کنویں میں گرا دیتا ہے باپ نبیؑ ہے باپ کو خبر نہیں، یہ پتہ ہے گم ہو گیا۔ بیٹا کنویں میں پھینک دیا گیا اور بیٹے کو نہیں پتہ میرے ساتھ کیا ہوگا۔ لیکن ایسا قادر ہے، بہت گہرا کنواں تھا لیکن اس نے چوٹ نہیں لگنے دی اس نے جبرائیل امینؑ کو فرمایا کہ نیچے گرنا نہیں چاہیے میرے نبیؑ کو چوٹ نہیں لگنی چاہیے۔ تھام لیا۔ کنویں سے نکالا تو غلام بنا کر بیچنے کیلئے بازاروں کی زینت بنایا، جنہوں نے خریدا انہوں نے کیا کیا، حشر کیا، جیلیں دیکھیں۔ ادھر اللہ کا نبیؑ حضرت یعقوبؑ۔ دکھ میں رو رو کر ان کی آنکھیں سفید ہو گئیں، نظر جاتی رہی۔ اس سارے واقعہ میں کوئی کم وبیش تیئس برس گزر گئے تب جا کر وہ اپنے مقام پر پہنچے اور اللہ نے مصر کی بادشاہت عطا کی۔ انہوں نے قاصد بھیجا کہ جاؤ! میرے والد گرامی کو خبر دو میرا یہ کرتہ لے جاؤ ان کے چہرے پر ملنا، ان کی بصارت بھی لوٹ آئے گی۔ وہ خود نبیؑ ہیں۔ والد بزرگ ہیں، بیٹا بھی نبیؑ ہے یہ اس کی اپنی حکمت کس کو کس سے کیا دلواتا ہے اور جب وہ قافلہ مصر سے نکلا تو کنعان میں بیٹھے ہوئے حضرت یعقوبؑ نے کہا آج مجھے یوسف کی خوشبو آ رہی ہے۔ مولوی رومی نے اسے منظوم کر دیا ہے۔

کسے پرسید آں گم کردہ فرزند
کہ اے روشن گہر پیر خرد مند
ز مصرش بوئے پیراہن شمیدی
چرا در چاہ کنعانش نہ دیدی
بگفتا حال ما برق جہان است
دم پیدا دم دیگر نہان است

گہے بر طارم اعلیٰ نشینم
گہے بر پشت پائے خود نبینم

کسی نے پوچھا اے اللہ کے نیک اور بزرگ بندے مصر سے کرتہ نکلا اور تو نے خوشبو سونگھ لی اور یہ ڈیڑھ کوس شہر سے باہر کنویں میں پڑے رہے۔

چرا در چاہ کنعانش نہ دیدی

وہاں آپ کو سمجھ کیوں نہیں آئی کہ میرا یوسف کنویں میں پڑا ہے

بگفتا حال ما برق جہان است
دم پیدا دم دیگر نہان است

وہ کہنے لگے ہمارا حال عجیب ہوتا ہے ہمارے اختیار میں نہیں ہوتا اللہ کے اختیار میں ہوتا ہے ایک لمحہ ہوتا ہے کہ ہمارا احوال باطنی جو ہوتا ہے یہ جو بجلی چمکتی ہے اس کی طرح ہوتا ہے جب چمکتی ہے تو کائنات روشن ہو جاتی ہے چمکنا بند ہو جاتی ہے تو گھٹا ٹوپ اندھیرا ہو جاتا ہے۔ اللہ ہم پہ کوئی چیز منکشف کرتا ہے تو ذرہ ذرہ سامنے آ جاتا ہے اور وہ روک لیتا ہے تو کچھ سمجھ نہیں آتا۔ "گہے بر طارم اعلیٰ نشینم" کبھی ہم عالم بالا، عالم امر سے بھی اوپر بیٹھے ہوتے ہیں۔ "گہے بر پشت پائے خود نبینم" اور ایک لمحہ ایسا بھی آتا ہے کہ ہمیں اپنے پاؤں کی پشت بھی نظر نہیں آتی یعنی اپنے وجود سے بھی بے خبر ہو جاتے ہیں اس کی اپنی حکمتیں، اس کے اپنے کام۔

اب احتساب کیا کرنا ہے۔ اسی قصے میں دیکھ لو کہ یوسفؑ الگ ہو گئے۔ یعقوبؑ دکھ کرتے رہے لیکن شکوہ نہیں کیا شکایت نہیں کی۔ یوسفؑ کنویں میں گر گئے، دکھ ہوا ہوگا۔ شکایت نہیں کی، بازار میں بکے، شکایت نہیں کی، جیل میں چلے گئے، شکایت نہیں کی بلکہ انہوں نے خواب کی تعبیر پوچھی انہوں نے کہا تعبیر بتاتا ہوں لیکن پہلے میری بات سن لو کہ اللہ وحدہٗ لاشریک ہے اور تم نے یہ جو بت بنا رکھے ہیں یہ سارا فضول ڈھکوسلہ ہے اس کی کوئی دلیل تمہارے پاس نہیں۔ یعنی وہاں بھی اپنا کام اور اللہ کا کام کرتے رہے۔ کوئی شکایت اللہ سے نہیں کی اور جیل سے نکال

کرحکمران بنا دیا تو بھی کوئی فخر نہیں ہے کوئی غرور نہیں ہے۔ ہر حال میں اللہ کیلئے اور جتنے قصے قرآن میں ہیں دیکھ لو! موسیٰ تہی دست ہیں اللہ کریم نے فرمایا! عصا پھینکو! اژدھا بن جائے گا، ہاتھ بغل میں دے کر نکالو روشن ہو جائے گا اور جاؤ فرعون کے پاس، فرعون کے پاس جانا کیا آسان تھا، جو اپنا خدائی کا دعویٰ کر بیٹھا ہے، جس کے نوکر چاکر بھی سونے کی پیٹیاں کمر بند باندھے ہوئے ہیں۔ بے پناہ دولت مند حکومت ہے بہت بڑی حکومت ہے اور فرعونوں کے دور کی جنگیں یادگار ہیں۔ کوئی ان کے نزدیک نہیں جاتا تھا۔ جنگی ریکارڈ بھی ان کا ایسا ہے کہ بڑی قوموں کو انہوں نے شکست دی اور اپنی حکومت کو خوب سنوارا، وہ بڑے طاقت ور اور خدائی کے دعوے دار اور خود کو سجدے کروانے والے تھے اور ایک خالی ہاتھ آدمی جا کر یہ کہہ دے کہ تم توبہ کرو اور اللہ کو مانو۔ تم بندے بنو تم خدا نہیں، یہ آسان کام ہے؟ ہارونؑ کو ساتھ کر دیا یہ اس کی رحمت ہے۔ فرعون سے مقابلہ آیا تو فرمایا کوئی بات نہیں میں تمہارے ساتھ ہوں گھبرانے کی بات نہیں ہے۔ ہر نبیؑ کے قصے آپ پڑھتے جائیں کتنی مشکلات، کتنی مصیبتیں، لیکن خلوص یہ ہے کہ دنیا کی دولت اور حکومت بھی ملی تو طلب حق بڑھی اور دنیا کی مصیبتیں بھی آئیں تو طلب حق بڑھی۔ شکایت نہیں آئی۔ یہی مقصود یہاں ہے کہ عقیدہ درست ہو، اگر عقیدہ درست نہیں ہوگا تو احتساب کس بات کا کرے گا؟ بنیاد تو ایمان ہے۔ ایمان درست ہوگا تو پھر احتساب بھی کرے گا اور احتساب اسے یہ کرنا ہے کہ میں چاہتا کیا ہوں۔ اس بارگاہ میں، یہ حلیہ بنا کر بھی دنیا ہی جمع کرنا چاہتا ہوں یا اللہ کی رضا چاہتا ہوں اور جو اللہ کی رضا کے طالب ہوتے ہیں انہیں حلیے بنانے کی ضرورت پیش نہیں آتی کیوں کہ وہ جانتے ہیں کہ اللہ صرف ظاہر کو نہیں اندر کو بھی دیکھ رہا ہے۔ ظاہر کا حلیہ لوگوں کو دھوکہ دینے کیلئے بنایا جاسکتا ہے کہ ہم بڑا درویشانہ رویہ، حلیہ بنا لیں۔ اللہ تو اندر کی باتیں جانتا ہے۔ اسی لیے اولوالعزم صوفیاء کہتے ہیں کہ کسی صوفی کو اپنا آپ صوفی ظاہر کرنے کیلئے کوئی خاص حلیہ نہیں بنانا چاہیے۔ جو اس کی رہائش ہے، جس طریقے سے رہ رہا ہے، اسی طریقے سے رہتا رہے اگر کوئی لباس میں غیر شرعی بات ہے تو وہ دور کرے۔ لباس شریعت کے مطابق ہو اور اس کی زندگی عام نارمل آدمی جیسی ہو جیسا وہ رہتا آرہا ہے۔ اپنے آپ کو صوفی جتانے کیلئے حلیے تبدیل نہ کرے کہ یہ بھی ریاکاری ہے۔

فرمایا! اس رات میں وہ خصوصی فرشتے جو طلب الٰہی بانٹتے ہیں، وہ خصوصی فرشتے جو ذوق وشوق سے بانٹتے ہیں، جو محبت الٰہی بانٹتے ہیں۔ انہیں بھی چھٹی ملتی ہے۔ اس رات کو نازل ہوتے ہیں اور نیک اور نجات یافتہ ارواح بھی کہ وہ تو اس عالم سے آشنا ہو چکی ہوتی ہیں وہ ان حقائق کے ساتھ آتی ہیں اور ان حقائق کو اپنوں کے قلوب پر القا کرنا چاہتی ہیں کہ یہ اس دنیا میں رہ کر وہ دنیا کمالیں۔ اس دنیا کو کمانے کی یہی دولت ہے جو یہاں اس وقت ہمارے پاس ہے، جسے ہم نے محض وقت گزارنے پر لگا دیا، کمال ہے۔ جس سے پوچھو کیا حال ہے؟ کہتا ہے ٹائم پاس کر رہا ہوں۔ کمال ہے یار! وقت اتنی بے قیمت چیز ہے کہ تم اسے دھکے دے دے کر گزار رہے ہو۔ ایک ایک لمحہ قیمتی ہے جو لمحہ بیت گیا کوئی اسے لوٹا سکتا ہے؟ تو پھر اس میں اللہ کی یاد کیوں نہ ہو، اللہ کا نام کیوں نہ ہو، ذکر الٰہی کیوں نہ ہو، اطاعت الٰہی کیوں نہ ہو؟ ہر لمحے میں طلب الٰہی کیوں نہ ہو؟ یہ کیفیات بٹتی ہیں۔

میں اگلے دن ٹیلی ویژن پہ سن رہا تھا ایک نامور سکالر تھے۔ بڑی عجیب بات انہوں نے کہی کہ اللہ نے جنت بنائی، دوزخ بنائی، انسانوں کو دنیا میں بھیجا کہ جو ثابت کرے گا کہ جنت اس کا حق ہے، جس کا استحقاق ہوگا اس کو ملے گی۔ اس جملے پہ بہت حیرت ہوئی، جنت پر کسی کا حق نہیں ہے۔ یہ ہمارے جاہل روزے کھلواتے ہیں ناں دیہات میں، یہ بھی کہتے ہیں روزے دارو، جنت کے حق دارو، روزہ کھول لو، جنت کا حق دار کوئی نہیں ہے حق کسی کا نہیں ہے جنت محض رحمت الٰہی ہے، انعام ہے۔ کیونکہ انسان جتنی چاہے عبادت کرے جو کچھ وہ لے چکا ہے اس کا حق ادا نہیں کر سکتا۔ اسے جو وجود ملا اس میں جو خصوصیات ملیں اسے

جتنی فضیلتیں ملیں کہ اگر اعضاء و جوارح اور جتنی نعمتیں مل چکی ہیں وہ ساری عمر صرف عبادت ہی کرتا رہے تو ان میں سے کسی ایک کا بھی شکر ادا نہیں کر سکتا۔ اس کا استحقاق جنت پر نہیں بنتا ہاں جنت رحمت الٰہی سے ملتی ہے۔ حتیٰ کہ حضور ﷺ کا ارشاد عالی ہے کہ کوئی شخص بخشا نہیں جائے گا سوائے رحمت الٰہی کے اور سب کو رحمت الٰہی سے جنت ملے گی۔ عرض کی گئی یا رسول اللہ ﷺ آپ ﷺ کو بھی؟ فرمایا! ہاں، عرض کیا گیا یا رسول اللہ ﷺ آپ کے طفیل تو کائنات کی بخشش ہوگی۔ آپ ﷺ تو شافع محشر ہیں۔ لوگوں کی بخشش آپ ﷺ کی توجہ اور دعا کے طفیل ہوگی تو فرمایا کیا یہ رحمت الٰہی نہیں؟ مجھے اللہ نے اگر شافع محشر بنا دیا تو یہ بھی تو رحمت الٰہی ہے تو اگر حضور ﷺ فرما رہے ہیں کہ مجھے بھی رحمت الٰہی عطا ہوئی اور اسی کے طفیل جنت ملے گی تو دوسرا مستحق کون ہے؟ یہ دیہاتی تو محض جاہلیت کی وجہ سے ایسا کہتے ہیں ان بیچاروں کا قصور بھی نہیں انہوں نے مولویوں سے قصے اور کہانیاں سن رکھی ہوتی ہیں اور ہمارا یہ دینی طبقہ جو ہے وہ آج کل کہانیوں پر آ گیا ہے۔ مسائل نہیں بتاتے۔ کہانیاں سناتے ہیں لوگوں کو خوش کرتے ہیں۔ یہ لوگوں کو خوش کرتے ہیں لوگ انہیں خوش کر دیتے ہیں کوئی پیسے دھیلے دے دیتے ہیں دونوں طرف کاروبار چلتا رہتا ہے۔ لیکن مجھے اس سکالر کی بات سے بڑا دکھ ہوا، اپنے طور پر وہ مجتہد ہونے کا مدعی ہے، آئمہ کی تقلید مناسب نہیں سمجھتا، کہتا ہے میں خود مجتہد ہوں۔ اسے اتنا شعور نہیں ہے کہ جنت بشر کا استحقاق نہیں انعام الٰہی ہے۔ جس پر اللہ راضی ہوگا۔ اس کو عطا فرما دے گا۔ یہ اس کا انعام ہے۔ استحقاق تو تب بنتا کہ جو کچھ لے چکا، اس کا حق ادا کر کے زائد کچھ کرتا اور اللہ کی نعمتوں کا تو حق ادا نہیں ہوتا۔ اگر ہزاروں زندگیاں مل جائیں تو بھی۔ سو فرمایا! اس مبارک رات میں خصوصی فرشتے کیفیات لے کر نازل ہوتے ہیں اور ارواح مبارکہ زمین پہ آتی ہیں ہمیں اپنے اپنے بزرگوں کا سوچنا چاہیے کہ اگر ہمارے بزرگ آئیں گے تو ہمیں کس حال میں پائیں گے، ہمارے محلات تو دیکھیں گے لیکن ان کی نگاہ دنیا کی تو نہیں ہے کہ ظاہری خوبصورتی کو دیکھیں گے وہ ارواح تو علیین سے آئیں گی ان کی نگاہ تو اندر دیکھے گی اس میں رشوت، ظلم، چوری چکاری بدکاری کا پیسہ لگا ہوا ہے، اس کے اندر نور ہے یا ظلمت ہے۔ ہمارا ایمان کیا ہے؟ اور ہمارا عمل کیا ہے؟ یہ ان کو متاثر کرے گا اور اگر ہمارے ایمان عمل اور کردار سے مایوس ہوں گے تو مایوس لوٹیں گے تو بات جہاں سے پھیر کر لاؤ واپس اسی جگہ آ جاتی ہے کہ بندے کا ذاتی عقیدہ اور ذاتی کردار ہر آن ہر لمحے صحیح ہونا چاہیے، موت ہر ایک کے سر پر کھڑی ہے، میرے سر پر بھی آپ کے سر پر بھی، وہ چاہے کتنی فرصت دے دے لیکن بالآخر مرنا ہے اور کوئی پتہ نہیں جو سانس لے رہے ہیں پوری لے سکیں گے کہ نہیں اور جو لے لی ہے وہ خارج کر سکیں گے کہ نہیں۔ محتاج ہیں۔ موت اس عمل کو منقطع کر دیتی ہے جو ہمارے پاس فرصت ہے آخرت بنانے کی۔ جب موت آئی دار عمل منقطع ہو گیا۔ پھر دار جزا شروع ہو گیا پھر ہم لاکھ چاہیں۔ قرآن کریم بتاتا ہے کہ بڑے بڑے کفار پکاریں گے یا اللہ ہمیں ایک دفعہ پھر دنیا پہ بھیج دے ہم جو کچھ نہیں کر سکے وہ اب کریں گے۔ تجھے مانیں گے، تیری عظمت کا اقرار کریں گے، تیری اطاعت کریں گے۔ فرمایا! جب فرصت تھی تب کفر کرتے رہے جب فرصت ختم ہو گئی تو اب تمہیں احساس ہوا ہے تو ایک ہی بات ہے انگریزی میں کہتے ہیں ناں گولڈن چانس، ایسا موقع جو ایک ہی بار زندگی میں آئے۔ اسے کہتے ہیں سنہری موقع، یہ ہماری زندگی سنہری موقع ہے ہمیں ایک ہی بار ملی ہے، دیکھنا یہ ہے کہ اس کے لمحات کو ہم کہاں خرچ کر رہے ہیں، جس طرح روپے میں پیسے ہوتے ہیں اسی طرح زندگی میں سال اور مہینے اور دن اور اوقات اور گھنٹے اور لمحات اور ساعتیں۔ جس طرح آپ دولت دنیا کی ایک ایک پائی سوچ سمجھ کر خرچ کرتے ہیں اسی طرح اس کا ایک ایک لمحہ سوچ سمجھ کر خرچ کرنا چاہیے کہ میں کہاں لگا رہا ہوں کیونکہ اس پر ہماری دائمی، ابدی زندگی کا مواد ہے۔ یہ اس کی عطا ہے کہ وہ کوئی ایک لمحہ قبول فرمالے تو ساری زندگی کو باغ و بہار کر دے یہ اس کی عطا ہے لیکن کونسا لمحہ قبول ہو جائے

(باقی صفحہ 41 پر)

مسائل السلوک من کلام ملک الملوک پر

شیخ المکرم حضرت امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی کا بیان

الرضاء

قولہ تعالیٰ: وَلَوْ اَنَّهُمْ رَضُوْا مَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ ۔ التوبہ:59

ترجمہ: اور ان کے لئے بہتر ہوتا اگر وہ لوگ اس پر راضی رہتے جو کچھ ان کو اللہ نے اور اس کے رسول نے دیا تھا۔

"روح میں ہے کہ اس میں صادقین و عارفین و مریدین کے آداب کی تعلیم ہے اور اہل رضا کی علامت یہ ہے کہ جو کچھ حق تعالیٰ کی طرف سے اس کو پیش آوے اس پر شاداں رہے اور بلا سے متلذذ رہے۔"

فرمایا صاحب روح المعانی نے لکھا ہے کہ اس میں صادقین عارفین اور مریدین یہ تین درجے ہیں اولیاء اللہ کے۔ مشائخ بزرگ رہنما یا اچھے صاحب حال لوگ یا طالب علم مرید، تینوں کے لئے فرمایا اس میں تعلیم یہ ہے کہ جو کچھ اللہ کریم کی طرف سے ملے اس پر خوش رہنا سیکھے حتیٰ کہ اگر تکلیف بھی آجائے تو رنج نہ کرے۔ چوٹ لگی ہے تو درد تو ہوگا لیکن شکوہ پیدا نہ ہو بلکہ یہ سمجھ لے کہ کوئی خطا مجھ سے ہی ہوئی ہے جو یہ مصیبت آئی ہے۔ یا اللہ تعالیٰ مجھے معاف فرما دے یا اس کو میری خطا کا ازالہ قرار دے دے۔ تو فرماتے ہیں کہ بلا سے متلذذ رہے۔ اگر مصیبت بھی آجائے تو اس سے بھی ایک گونہ اسے لذت ملے کہ یہ ہے تو اللہ کی طرف سے۔ حکایت ہے کہ کسی بادشاہ کے پاس کوئی مصاحب بیٹھا تھا اور بڑے اچھے پھل بادشاہ کو پیش کرنے لگا۔ بادشاہ نے وہ پھل لے کر کاٹا اور پھل کی پہلی قاش اسی مصاحب کو دی وہ اگرچہ سخت کڑوی تھی پھر بھی مصاحب اسے مزے لے کر کھا گیا۔ بادشاہ نے دوسری قاش اپنے منہ میں ڈالی تو وہ سخت کڑوی تھی۔ وہ مصاحب پر ناراض ہوا کہ کڑوی تھی تو تم نے اتنے مزے سے کیوں کھالی، مجھے بتایا کیوں نہیں؟ اس نے کہا بادشاہ سلامت اتنا عرصہ ہوگیا آپ کی صحبت میں بیٹھے ہمیشہ لذیذ ترین چیزیں کھاتے رہے اور یہ ایک ڈلی کڑوی آگئی تو میں شکایت کرتا مجھے شکایت کرنے سے شرم آئی۔ تو فرماتے ہیں کہ جسے معرفت حق حاصل ہو جاتی ہے اس پر بظاہر بڑی تکلیف بھی ہو، لوگوں کو بڑی تکلیف لگے وہ خود بڑے مزے میں ہوتا ہے کہ یہ بھی اللہ کی طرف سے ہے۔ لہٰذا تکلیف میں اللہ سے معافی بھی مانگے معذرت بھی چاہے لیکن اللہ سے تعلق میں کمی نہ کرے۔ لذت سے مراد یہ ہے کہ اسے اللہ کریم کے خلاف شکایت پیدا نہیں ہوتی۔ ورنہ تو ہم ساری زندگی صحت انجوائے کرتے ہیں ایک دن بخار ہو جائے تو ہم ایسے رو رہے ہوتے ہیں جیسے ہماری ساری زندگی بخار ہی میں گزری یعنی وہ دن ہم بھول جاتے ہیں کہ اتنا عرصہ صحت مند رہے۔ وہ بخار یاد ہوتا ہے صحت یاد نہیں رہتی۔ ساری عمر پیٹ بھر کر کھاتے رہے۔ ایک دن اچھا نہ ملے لذیذ نہ ملے تو ہمیں شکایت ہوتی ہے۔ فرمایا جسے معرفت حق نصیب ہوتی ہے شکایت نہیں ہوتی اس لئے کہ وہ اللہ کی طرف سے ہے۔

راوی کے ساتھ تکلم کا معاملہ

قولہ تعالیٰ: وَمِنْهُمُ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ النَّبِيَّ وَيَقُوْلُوْنَ هُوَ اُذُنٌ ۭ قُلْ اُذُنُ خَيْرٍ لَّكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَيُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ

وَرَحْمَةٌ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ۔ التوبہ:61

ترجمہ: اور ان میں سے بعضے ایسے ہیں کہ نبی ﷺ کو ایذائیں پہنچاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ آپ ہر بات کان دے کر سن لیتے ہیں۔ آپ فرما دیجئے کہ وہ نبی کان دے کر وہی بات سنتے ہیں جو تمہارے حق میں خیر ہے کہ وہ اللہ پر ایمان لاتے ہیں اور مومنین کا یقین کرتے ہیں اور آپ ان لوگوں کے حال پر مہربانی فرماتے ہیں جو تم پر ایمان کا اظہار کرتے ہیں۔

اذن سے ان کی مراد یہ تھی کہ ہر جابے جابات کو قبول کر لیتے ہیں اور واقعی اور غیر واقعی میں فرق نہیں کرتے حق تعالیٰ نے اس کا رد فرمایا کہ آپ صرف حق بات کو قبول کرتے ہیں اور باقی غیر حق کو جو متکلم کے منہ پر رد نہیں فرماتے تو اس کی یہ وجہ نہیں کہ آپ فرق نہیں کرتے بلکہ وجہ یہ ہے کہ آپ کی شان رحمت کی ہے کہ کسی کو رسوا نہیں کرتے۔ پس لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سے مراد اظہر والایمان ہے۔ ھٰذا خلاصتہ ما فی الروح پس اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کرم کا بیان ہے۔"

اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ کرم کا بیان ہے۔ کافر کہتے تھے هُوَ اُذُنٌ یعنی نبی ﷺ تو کان ہی کان ہیں۔ جو کوئی کہہ دیتا ہے وہی سن لیتے ہیں اور وہی مان لیتے ہیں اور یہ پرواہ نہیں کرتے کہ اس نے صحیح کہا ہے یا غلط کہا ہے۔ تو اللہ کریم نے اس کا رد فرمایا ہے کہ میرا نبی کریم ہے (ﷺ) اس کے سامنے اگر منافقین کوئی بات کرتے ہیں تو وہ منہ پر ان کو رد نہیں فرماتا تو یہ اس کی شانِ کریمی ہے لیکن ماننا حق کو ہے ناحق کو مانتا نہیں ہے۔ یہ تم غلط کہہ رہے ہو کہ ہر بندے کی بات مان لیتا ہے۔ میرا نبی صلی اللہ علیہ وسلم مانتا سچی بات کو ہی ہے۔ لیکن کسی جھوٹی بات سن کر اسے سر محفل رسوا نہیں کرتا تو یہ اس کی شان کریمی ہے۔

اور یہی حال مشائخ کرام کا بھی ہوتا ہے کہ بعض اوقات لوگ ادھر ادھر کی ہانک جاتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ہم نے شیخ کو تسلی کرا دی ہے۔ اب وہ اسی بات پر رہیں گے تو ایسا ہوتا نہیں ہے اگرچہ منہ پر شیخ رد نہ کرے کہ وہ سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ بندے کو بندوں میں رسوا نہ کیا جائے اس کا لحاظ رکھا جائے خواہ وہ کیسا بھی ہے لیکن ہر ایک کا اخلاق اپنا ہوتا ہے اس کا اخلاق اتنا گھٹیا ہے کہ وہ شیخ کے ساتھ جھوٹ بول رہا ہے لیکن شیخ کا اخلاق تو اتنا اعلیٰ ہونا چاہیے کہ اسے موقع پر رسوا نہ کرے لیکن ناحق بات مانی نہیں جاتی۔ ایسے لوگوں کو اللہ کریم حق ماننے کی توفیق دیتے ہیں ناحق سے بچا لیتے ہیں۔

رضا کا جنت سے اعظم ہونا

قولہ تعالیٰ: وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ التوبہ:72

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کی رضامندی سب سے بڑی ہے۔

"روح میں اس کی دلیل یہ بیان کی ہے کہ خود جنت میں جانے اور ہر قسم کی سعادت و کرامت پانے کا مبداء یہی رضا ہے۔ نیز عشاق کا غایۃ مقصود یہی رضا ہے۔"

فرماتے ہیں کہ یہ جو جنت کی طلب کا حکم دیا گیا ہے یا آخرت کے ثواب و عذاب بیان ہوئے ہیں تو جاننا چاہیے کہ جنت بھی رضائے حق کا مظہر ہے۔ یعنی اسے ملے گی۔ جسے اللہ کی رضا نصیب ہوگی۔ اس لئے جنت بھی مانگنے کی چیز ہے۔ مقصد رضائے حق ہے اور سب سے اعلیٰ چیز اللہ کی رضا ہے۔

بعض مقامات کی تصحیح میں دھوکا کھانا اور امتحان کے وقت اس کا ظہور

قولہ تعالیٰ: وَمِنْهُمْ مَّنْ عٰهَدَ اللّٰهَ لَئِنْ اٰتٰىنَا مِنْ فَضْلِهٖ لَنَصَّدَّقَنَّ وَلَنَكُوْنَنَّ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ التوبہ:75

ترجمہ: اور ان میں بعض آدمی ایسے ہیں کہ خدا تعالیٰ سے عہد کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہم کو اپنے فضل سے عطا فرما دے تو ہم خوب خیرات کریں خوب نیک نیک کام کیا کریں۔

"روح میں ہے یہ اشارہ ہے ان لوگوں کی حالت کی طرف جن میں ذوق محبت تو ہے نہیں اور اپنے نفوس کے لئے بعض مقامات کو

حاصل سمجھ جاتے ہیں پھر امتحان کے موقع میں پورے نہیں اترتے۔"

بعض لوگ کہتے تھے کہ اللہ مجھے دولت دے دے تو میں اللہ کی راہ میں بڑا جی کھول کر خرچ کروں گا۔ فرماتے ہیں یہ حال ان جھوٹے صوفیوں کا ہے جو مجاہدہ تو کرتے نہیں اور اپنے دل میں گمان کر لیتے ہیں کہ میں اب قطب بن گیا ہوں اور میں غوث بن گیا ہوں۔ یہ خود اپنے لئے مناصب تجویز کرتے رہتے ہیں۔ فرمایا اس کی کوئی اصل نہیں ہوتی۔ عمل کرنے والے کے لئے ضروری نہیں کہ وہ شرطیں لگاتا رہے کہ اللہ دولت دے گا تو اللہ کی راہ میں خرچ کروں گا۔ بھئی تمہارے پاس تھوڑا ہے تو تھوڑا خرچ تو کرو۔ تمہارے پاس اگر ایک روٹی ہے تو اس میں سے ایک لقمہ تو اللہ کی راہ میں دے دو۔ اگر ایک روٹی کھا کے تمہارا پیٹ بھرتا ہے تو ایک لقمہ اس سے کم ہوگا تو تمہارا پیٹ بھی بھر جائے گا اور شائد وہ ایک لقمہ کسی غریب کے کام بھی آجائے۔ تمہارے پاس اگر سو روپیہ ہے تو تم اس میں سے ایک روپیہ تو اللہ کے نام پر خرچ کر دو۔ اگر کرنا چاہتے ہو تو اس میں سے ایک تو خرچ کر سکتے ہو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ امیر لاکھوں دیتا ہے اور فقیر تھوڑا سا دیتا ہے تو فقیر کو امیر کی نسبت زیادہ اجر ملے گا جس کے پاس کروڑوں تھے اور اس نے لاکھوں دیئے اور جس کے پاس ایک روپیہ تھا اس نے اس میں سے کچھ دے ڈالا اس کا اجر زیادہ ہے کہ اس نے اپنے مال کا بڑا حصہ دیا اور اس میں جرأت اور خلوص زیادہ ہے۔ سو فرمایا یہ جو لوگ شرطیں باندھتے رہتے ہیں صحت ٹھیک ہوگی تو پھر میں ساری ساری رات تہجد پڑھا کروں گا، نوافل پڑھوں گا۔ ذرا طبیعت ٹھیک ہولے تو پھر میں یہ کام کروں گا۔ تھوڑے سے پیسے آجائیں تو میں فلاں مسجد مرمت کرا دوں گا۔ فرمایا یہ جھوٹ بولتے ہیں جسے کرنا ہوتا ہے وہ کرتا ہے وہ آسرے نہیں باندھتا۔ فرمایا سالک کو اس جھوٹ سے بچنا چاہیے۔ جو قوت کارالہ نے اسے دی ہے جو طاقت اس کے وجود میں ہے جو مال اس کے ہاتھ میں ہے اس میں سے جتنا کر سکتا ہے اللہ کی راہ میں خرچ کر دے جب بہت دے گا تو بہت خرچ کرلے گا۔ دیکھی جائے گی اور اگر ساری عمر فراخی نہ ملے تو کیا ساری عمر اللہ کی راہ میں خرچ ہی نہ کرے گا؟

اولیاء اللہ پر عیب گیری کرنے والوں کا حال

قولہ تعالیٰ: اَلَّذِيْنَ يَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِيْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ فِي الصَّدَقٰتِ وَالَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ اِلَّا جُهْدَهُمْ فَيَسْخَرُوْنَ مِنْهُمْ ؕ التوبہ:79

ترجمہ: یہ ایسے ہیں کہ نفل صدقہ دینے والے مسلمانوں پر صدقات کے بارہ میں طعن کرتے ہیں اور ان لوگوں پر جن کو بجز مزدوری کے اور کچھ میسر نہیں ہوتا یعنی ان سے تمسخر کرتے ہیں۔

"یہی حال منکرین اولیاء کا ہے کہ ان کے ہر عمل اور ہر حال پر عیب گیری کرتے ہیں خواہ بڑے درجہ کا ہو یا چھوٹے درجہ کا ہو۔"

فرمایا جس طرح منافقین مالدار صحابہؓ پر اعتراض کرتے تھے کہ جی پیسے دے کر اپنی شہرت اور لوگوں پر دبدبہ بڑھانا چاہتے ہیں اور غریب صحابہؓ جن کے پاس مزدوری کے سوا کچھ نہیں ہوتا تھا اور مشکل سے اپنی گزر بسر ہوتی تھی ان پر اعتراض کے سوا کچھ انہیں توفیق ہی نہیں ہے کہ کسی دوسرے کو کچھ دے دیں۔ یعنی کسی حال پر راضی نہیں ہوتے تھے۔ تو فرمایا منکرین تصوف بھی اہل اللہ کے ہر حال پر اسی طرح اعتراض کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں کی پرواہ نہیں کی جانی چاہیے۔

مانعین عن السلوک کا حال

قولہ تعالیٰ: وَقَالُوْا لَا تَنْفِرُوْا فِي الْحَرِّ ؕ التوبہ:81

ترجمہ: اور کہنے لگے کہ تم گرمی میں مت نکلو۔

"روح میں ہے ان ہی منافقین کی حالت کے مشابہ ان اہل بطالت کا حال ہے جو سالکین کو سلوک سے اس طرح روکتے ہیں کہ شدائد سلوک کو اور لذائذ دنیویہ کے فوت ہونے کو بیان کرتے ہیں۔"

فرمایا منافقین جہاد پر جانے والوں سے کہتے تھے کہ اس گرمی

میں فصل بھی تیار ہے اور کھجوریں بھی پکی ہوئی ہیں اور تم تبوک جا رہے ہو اور گرمی کا یہ حال ہے کہ زمین پر پاؤں نہیں رکھا جاتا تو اس کے جواب میں اللہ نے فرمایا تھا نَارُ جَهَنَّمَ اَشَدُّ حَرًّا ط ان سے کہہ دو دوزخ کی آگ اس سے کہیں زیادہ گرم ہے۔ تم جو اللہ کی راہ سے روک رہے ہو تمہیں وہاں جانا پڑے گا۔ ہم تو سورج کی دھوپ میں نکل رہے ہیں۔ تو فرمایا سالکین کو بھی جو سلوک کے قائل نہیں ہیں وہ لذات دنیا کے مقابلے میں روکتے ہیں کہ وہاں جا رہے ہو وہاں تو سوکھی روٹی ملے گی، مر جاؤ گے، کیسے کھاؤ گے، زمین پر سونا پڑے گا، تمہارا دماغ خراب ہے، تمہارا اپٹھا چڑھ جائے گا، تمہارا یہ ہو جائے گا، تمہارا وہ ہو جائے گا۔ تو دنیاوی لذات کا واسطہ دے کر ان کو ذکر سے اجتماعات سے یا شیخ کی مجلس سے روکتے ہیں۔ منافقین کا یہی رویہ شروع سے چلا آ رہا ہے۔

بکاء کے مامور بہ ہونے شبہ کا ازالہ

قولہ تعالیٰ: فَلْيَضْحَكُوا قَلِيلًا وَّلْيَبْكُوا كَثِيرًا ۚ التوبہ: 82

ترجمہ: سو تھوڑے دنوں ہنس لیں اور بہت دنوں روتے رہیں ان کاموں کے بدلہ جو کچھ کیا کرتے تھے۔

''بعض نے اس کو امر کا صیغہ سمجھا پھر اس بناء پر شیوخ سے شکایت کی جاتی ہے کہ ہم کو رونا نہیں آتا حالانکہ اس آیت میں مراد خبر بصورت انشا ہے۔ یعنی قیامت میں ان کو ہنسا نصیب نہ ہوگا رونا ہی پڑے گا۔ قرینہ اس کا جَزَآءً بِمَا كَانُوا يَكْسِبُوْنَ ہے اور بکاء اگر محبت یا خشیت سے ہو محمود ضرور ہے لیکن محمود ہونا مامور بہ ہونے کو مستلزم نہیں اس لئے کہ امر خاص ہے اختیاری کے ساتھ اور بکا غیر اختیاری ہے۔''

یعنی بعض لوگ فطرتاً کم روتے ہیں پھر انہیں یہ شکایت ہوتی ہے کہ مجھے تو رونا نہیں آتا تو فرمایا یہ رونا مراد نہیں ہے کہ خواہ مخواہ بندہ روتا ہی رہے ہاں حضور حق نصیب ہو کر کوئی ایسی کیفیت آ جائے جس میں آنسو نکل آئیں تو الحمد للہ لیکن یہ ضروری نہیں کہ بات بات پر روتا ہی رہے اور اس آیت کو اپنے اوپر لاگو کر لے۔ فرمایا اس کا قرینہ جو ہے کہ جَزَآءً بِمَا كَانُوا يَكْسِبُوْنَ یعنی جس پہ اس رونے کا تعین کیا جاتا ہے اسے قرینہ کہیں گے۔ تو فرمایا یہ قرینہ بتاتا ہے کہ یہ جزا کے دن روئیں گے یہ قیامت کو روئیں گے۔ دنیا میں ہنس لیں لیکن قبر سے لے کر میدان حشر تک پھر انہیں رونا ہی رونا ہے تو فرمایا یہاں سے وہ رونا مراد ہے اور یہ مستلزم نہیں اس لئے کہ امر خاص ہے۔ اختیاری اور کار غیر اختیاری یعنی اگر غیر اختیاری طور پر رونا آ جائے تو وہ بھی ایک کیفیت ہے۔ بعض اوقات دل پہ ایسی کیفیت آتی ہے کہ آنکھوں سے آنسو ابل پڑتے ہیں۔ بعض اوقات رونا نہیں آتا تو یہ ضروری نہیں یہ غیر اختیاری ہے اور بندہ اس کا مکلف نہیں۔

(19 پ)

بقیہ اکرم التفاسیر صفحہ 26 سے آگے

وہ تمہیں دفن کر دے، اس پر بھی قادر ہے وہ سزا دے اس پر بھی قادر ہے وہ جو چاہے کرے۔ اور اس نے بتا دیا ہے کہ جو اطاعت کرے گا وہ فائدہ پائے گا جو نافرمانی کرے گا وہ سزا پائے گا 10 الا انھم یثنون صدورھم لیستخفوا منہ فرمایا یہ بدنصیب جو آپ ﷺ کی بات نہیں مانتے یہ سینوں کو بھینچتے ہیں کہ کہیں ہمارے دل کی بات واضح نہ ہو جائے۔ سینوں پر چادریں لپیٹے ہیں کہ ایسا نہ ہو کہ ہماری اندر کی بات ظاہر ہو جائے الا حین یستغشون ثیابھم اپنے آپ پر چادریں اور کپڑے لپیٹے ہیں یعلم ما یسرون وما یعلنون تو اللہ ان چھپی باتوں سے بھی باخبر ہے۔ جانتا ہے جو انہوں نے دلوں میں چھپا رکھی ہیں اور جو یہ ظاہر کرتے ہیں ان کو بھی جانتا ہے۔ اس لئے کہ اِنَّهٗ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ (5) وہ ایسی ہستی ہے کہ جو دل میں خیال گزرتا ہے وہ اس سے بھی واقف ہے جو دماغ میں بات آتی ہے وہ اس سے بھی واقف ہے۔ جو تم چوری چھپے کرتے ہو وہ بھی اس کے سامنے ہے۔ جو تم سامنے کرتے ہو وہ بھی اس کے سامنے ہے لہٰذا اس علیم بارگاہ سے کچھ چھپ نہیں سکتا۔ یہ بھول جاؤ کہ جو تم کر رہے ہو وہ چھپ نہیں سکتا۔ جو کر رہے ہو یاد رکھو تم اللہ کریم کے سامنے کر رہے ہو

22-3-2013ء

شیخ المکرم امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالیٰ

اکرم التفاسیر

پارہ: یعتذرون سورۃ: ھود: 1-5

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ○ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔

الٓرٰ كِتٰبٌ اُحْكِمَتْ اٰيٰتُهٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ خَبِيْرٍ○ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ اِنَّنِيْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ○ وَّاَنِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ يُمَتِّعْكُمْ مَّتَاعًا حَسَنًا اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى وَّيُؤْتِ كُلَّ ذِيْ فَضْلٍ فَضْلَهٗ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنِّىْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ كَبِيْرٍ○ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ○ اَلَآ اِنَّهُمْ يَثْنُوْنَ صُدُوْرَهُمْ لِيَسْتَخْفُوْا مِنْهُ اَلَا حِيْنَ يَسْتَغْشُوْنَ ثِيَابَهُمْ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ○

سورہ ھود شروع ہوتی ہے۔ یہ سورۃ مکی کہلاتی ہے مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی اور اس میں برے عقائد اور برے اعمال کے بدترین انجام پر بات ارشاد فرمائی گئی ہے اور آخرت کے سخت عذابوں کا تذکرہ ہے۔ نبی کریم ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے سورۃ ھود نے بوڑھا کر دیا ہے۔ اوکما قال رسول اللہ ﷺ۔ مکی سورتیں جتنی بھی ہیں عموماً ان میں برائی پر تنبیہہ، برے عقائد پر عذاب، آخرت کے عذابوں کا تذکرہ ہے اور مدنی سورتوں میں اکثر اعمال پر بحث فرمائی گئی ہے۔

فرمایا: الٓرٰ۔ بعض سورتوں کے ابتداء میں جو حروف آتے ہیں انہیں حروف مقطعات کہتے ہیں۔ انکا مفہوم اور مطلب کیا ہے۔ اللہ کریم بہتر جانتے ہیں یا اللہ کا رسول ﷺ بہتر جانتے ہیں یا وہ لوگ جنہیں اللہ کریم ان کا علم عطا کر دے۔ لیکن ان کی تلاوت ضروری ہے ان سے جو انوارات و برکات ملتے ہیں، جو فائدہ ملتا ہے وہ ہر پڑھنے والے کو ملتا ہے اور اسی سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ اگر قرآن کریم کا ترجمہ نہ بھی آتا ہو تو قرآن مجید کی تلاوت اپنا اثر دل پر چھوڑتی ہے، انوارات آتے ہیں برکات بھی نصیب ہوتی ہیں۔ ترجمہ آتا ہو تو سونے پہ سہاگہ ہے، نورٌ علیٰ نور ہے۔ اللہ کریم قرآن سیکھنے کی توفیق دے، اس کا ترجمہ سمجھنے کی توفیق دے اور اس پر عمل کی توفیق دے تب جا کر بات بنتی ہے۔ لیکن ترجمہ نہ بھی آتا ہو تو تلاوت کا اپنا اثر ہے، اپنا اجر ہے، اپنا ثواب ہے۔

کِتٰبٌ اُحْكِمَتْ اٰيٰتُهٗ یہ قرآن کریم ایک ایسی کتاب ہے جس کی آیات مستحکم ہیں جن میں کبھی کوئی تبدیلی نہیں آئے گی۔ اب یہ قرآن کا بہت بڑا معجزہ ہے۔ قرآن کریم خود بہت بڑا معجزہ ہے۔ لیکن یہ قرآن کا عجیب معجزہ ہے کہ اس کی آیات نے عقائد سے لے کر اعمال تک فیصلہ دے دیا کہ یہ اس طرح سے ہوگا۔ پہلے جو صحائف، جو کتابیں نازل ہوئیں، ان میں جو احکام تھے وہ تبدیل ہوتے رہے۔ کسی امت پہ کچھ احکام تھے دوسری پہ وہ احکام بدل گئے۔ کتاب الٰہی میں دو قسم کی چیزیں ہوتی ہیں۔ پہلوں میں بھی دو تھیں۔ قرآن کریم میں بھی دو چیزیں ہیں۔ ایک کو اخبار کہتے ہیں۔ اور ایک کو احکام۔ اخبار خبر کی جمع ہے اخبار طویل نہیں ہوتے۔ خبر عقائد پر مشتمل ہے۔ اللہ کی توحید، اللہ کی ذات کہ وہ واحد و لاشریک ہے، وہ غفور رحیم ہے، اس کی ذات، اس کی صفات، اس خبر میں کوئی تبدیلی نہیں ہوگی۔ چونکہ خبر میں کوئی تبدیلی ہو تو ایک خبر سچی ہوتی ہے دوسری جو اس کے مقابل ہے وہ سچی نہیں ہوگی۔ تو اخبار میں تبدیلی نہیں ہوتی۔ آدمؑ نے فرمایا لا الہ الا اللہ تو عیسیٰؑ تک تمام انبیاء و رسل کا پہلا جز و لا الہ الا اللہ ہی رہا۔ یہ خبر ہے اس میں تبدیلی نہیں ہوتی۔ آخرت، حساب و کتاب، ثواب و عذاب، جنت و دوزخ، موت، مابعد

الموت کی حیات، ملائکہ یہ ساری چیزیں خبر سے تعلق رکھتی ہیں اور خبر تمام ادیان میں ایک ہی تھی لیکن احکام جو انسانی زندگی سے براہ راست متعلق ہیں خرید و فروخت، بیع وشرع، لین دین، دوستی دشمنی صلح اور جنگ، کاروبار و ملازمت، نکاح و طلاق، اولاد، وراثت بے شمار احکام ہیں۔ ایک عام آدمی سے لے کر ایک ملک، حکومت اور بین الاقوامی دنیا تک احکام کے فیصلے سنا دیئے گئے ہیں اور یہ بڑی عجیب بات ہے کہ جو فیصلے قرآن میں آ گئے ہیں یہ مستحکم ہیں ان میں کوئی تبدیلی نہیں ہوگی۔ پہلی کتابوں پر جو فیصلے آئے تھے، بعض امتوں پر بعض چیزیں حرام تھیں بعض پر حلال کر دی گئیں۔ بعض میں دو نمازیں تھیں بعض میں چار تھیں۔ رمضان کے احکام مختلف تھے۔ رمضان ہر امت میں تھا لیکن اس کے احکام اپنے تھے۔ اوقات طریق کار اپنا تھا۔ احکام بدلتے رہے۔ وقت کی مناسبت سے اور لوگوں کی استعداد کے مطابق احکام میں تبدیلی ہوتی رہی۔ چونکہ ایک وقت میں ایک حکم مناسب ہوتا ہے دوسرے وقت دوسرا مناسب ہوتا ہے تو جو انسانوں کیلئے مناسب ہوتا تھا اللہ کریم اس طرح انہیں تبدیل فرماتے تھے۔ نزول قرآن کے بعد روئے زمین پر قیامت تک قرآن کے احکام لاگو ہوں گے کسی حکم میں کوئی تبدیلی نہیں ہوگی۔ اللہ کریم نے ایک اصول ارشاد فرمایا لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا (الانعام:152) کہ کسی بندے کو اس کام کی تکلیف نہیں دی جاتی جو وہ کر نہیں سکتا۔ تو گویا قرآن کے احکام قیامت تک روئے زمین پر قابل عمل ہیں اور یہ بہت بڑا معجزہ ہے۔ آپ دیکھیں ہمارے ملک میں بھی اسمبلیاں بنتی ہیں۔ بڑے پڑھے لکھے چنے ہوئے لوگ وہاں جاتے ہیں وہ قانون بناتے ہیں۔ جب نفاذ کی باری آتی ہے تو پھر اس میں خود ترمیم کرتے ہیں کہ اس میں یہ بھی کمی رہ گئی اس میں یہ کمی ہے اب حالات بدل گئے ہیں اب یہ ہونا چاہیے۔ اب جو پاکستان میں قانون بنتے ہیں وہ کسی دوسرے ملک پر لاگو نہیں ہوتے۔ ہو سکتے ہی نہیں کہ وہاں کے حالات اور ہوتے ہیں۔ اسی طرح ہر ملک کے اپنے بندے کی ضرورت کے مطابق، اپنے ملک کی معاشی حالت کے مطابق، اپنی ایک سیاسی صورتحال کے مطابق اپنے لوگوں کی ضرورتوں اور ان کی تکمیل کے مطابق اپنے اپنے قوانین ہیں۔ ایک ملک کے قانون دوسرے میں نہیں لگ سکتے، ناقابل عمل ہیں، ان پر عمل نہیں ہو سکتا۔ یہ واحد کتاب ہے جس کے قوانین بیک وقت ساری دنیا پر نافذ العمل ہیں اور ہمیشہ رہیں گے اس لئے کہ ہمیشہ ہر ملک میں قابل العمل ہیں۔ جو قانون انسان خود بناتے ہیں وہ اپنی عقل، اپنے شعور، اپنی استعداد کے مطابق بناتے ہیں۔ قرآن کے قوانین بندوں کے خالق مطلق نے بنائے ہیں۔ وہ بندوں کی ضروریات سے بھی واقف ہے، موسم بھی اس کے پیدا کردہ ہیں، حالات بھی اس کے اپنے پیدا کردہ ہیں، وہ ہر حال سے واقف ہے۔ لہٰذا فرمایا! كِتٰبٌ اُحْكِمَتْ اٰيٰتُهٗ یہ وہ کتاب ہے جس کی آیات مستحکم ہیں جن میں کوئی تبدیلی نہیں ہوگی۔ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ خَبِيْرٍ (1) اور اس کے احکام ایسے نہیں جو سمجھ میں نہ آنے والے ہوں۔ ان کی تفصیل، ان کو کھول کر بیان کر دیا ہے اس ہستی نے جو حکیم بھی ہے، باخبر بھی ہے۔ بندوں کے ہر ہر حال سے، ہر لحہ، ہر آن باخبر ہے اور حکیم و دانا بھی ہے یعنی احکام قرآنی میں ہی انسانیت کی بہتری ہے اور یہ بات مشاہدے میں ہے کہ کوئی اللہ پہ ایمان نہیں رکھتا، قرآن پہ ایمان نہیں رکھتا، آخرت پہ ایمان نہیں رکھتا لیکن کوئی عمل کوئی قرآن کے حکم کے مطابق کرتا ہے تو دنیا کا فائدہ اس کا بھی ہو جاتا ہے۔ کام اس کیلئے بھی آسان ہو جاتا ہے۔ دنیاوی فائدے کیلئے ایمان شرط نہیں آخرت کیلئے ایمان شرط ہے۔

آج کل بڑا شور ہے کہ سود کے بغیر معیشت نہیں چل سکتی۔ پوری دنیا میں سود پھیلا ہوا ہے ہمارے ہاں بھی وہی ہے جبکہ مغرب کے جو معاشیات کے ماہرین ہیں انہوں نے بڑی تحقیق بڑی سوچ بچار کے بعد یہ فیصلہ کیا ہے کہ اگر سود کو معیشت سے نکال دیا جائے تو شائد سب لوگ آسودہ حال ہو سکتے ہیں۔ اب یہ وہ فیصلہ ہے جو قرآن نے ساڑھے

چودہ سو سال پہلے ارشاد فرمایا تھا کہ سود کے قریب مت جاؤ، سود کو ختم کر دو۔ ابھی مسلمان ممالک میں سے تو کسی کو توفیق نہیں ہوئی۔ البتہ برطانیہ نے فیصلہ کیا ہے کہ ہم سود کو ختم کر کے اس کا تجربہ کرتے ہیں تو دو چیزوں سے سود ختم کرنے کا اعلان ان کے وزیر اعظم نے کیا ہے کہ جو گھر بنانے کیلئے قرضہ لے گا اس پر سود نہیں ہوگا۔ جتنے پیسے لے گا اتنے ہی واپس کرے گا۔ اس سے سود نہیں لیا جائے گا یا کوئی گھر خریدے گا قسطوں پر اس پر بھی سود معاف کر دیا گیا ہے۔ یعنی کافر یہ آزمانا چاہ رہے ہیں کہ یہ سود ختم کر دیں تو کیا معیشت بہتر ہو سکتی ہے۔ اگر چہ ان کا نہ قرآن پر ایمان ہے، نہ حضور ﷺ پر ایمان ہے، نہ آخرت پر ایمان ہے، ان کے اپنے عقائد و نظریات ہیں۔ حضرت عیسیٰؑ کو اللہ کا بیٹا مانتے ہیں اور اب تو اللہ کا نام بھی نہیں لیتے jesus پر ہی رہ جاتے ہیں۔ اس کے باوجود انہوں نے ابتداء کر دی ہے۔ مسلمان ممالک میں سے کسی کو ابھی توفیق نہیں ہوئی تو فرمایا اُحۡكِمَتۡ اٰيٰتُهٗ اس کی آیات محکم ہیں قیامت تک یہی واجب العمل ہیں اور انہیں پر عمل ہوگا تو مقبول ہوگا۔ ثُمَّ فُصِّلَتۡ مِنۡ لَّدُنۡ حَكِيۡمٍ خَبِيۡرٍ اور یہ کوئی ایسی مہمل نہیں ہیں کہ کسی کی سمجھ میں نہ آئیں۔ اللہ جو حکمت والے بھی ہیں اور باخبر ہیں ہر حال سے ہمیشہ، ان کی طرف سے ان کو کھلا کھلا بڑا واضح بیان کر دیا گیا ہے اور اس کی بنیاد کس بات پر ہے اَلَّا تَعۡبُدُوۡۤا اِلَّا اللّٰهَ بنیادی بات یہ ہے کہ اللہ کے سوا کسی دوسرے کی عبادت مت کرو۔ ہم سمجھتے ہیں کہ کسی دوسرے کو سجدہ نہ کیا جائے یہ بات نہیں ہے۔ عبادت کہتے ہیں اس اطاعت کو جو نفع کی امید یا نقصان کے ڈر سے کی جائے کہ اگر میں اس کی اطاعت نہیں کروں گا تو نقصان اٹھاؤں گا اور اس کی اطاعت کروں گا تو مجھے اس سے نفع حاصل ہوگا۔ اب کہیں بھی اللہ کے حکم کیخلاف کسی کی بھی اطاعت کرو جو شرعاً جائز نہ ہو تو یہ اس کی عبادت ہے۔ وہ علامہ مرحوم نے کہا تھا۔

بتوں سے تجھ کو امیدیں خدا سے نا امیدی
مجھے بتا تو سہی اور کافری کیا ہے

انسانوں سے، لوگوں سے، موہوم ہستیوں سے، سنی سنائی باتوں سے بھلے کی امید رکھنا اور اللہ کی اطاعت نہ کرنا۔ ہم عجیب لوگ ہیں، دنیا میں اس قدر کھو چکے ہیں کہ پرسوں میرا ایک عزیز کسی کا واقعہ سنا رہا تھا کہ ایک شخص کے پاس گاڑی تھی اس نے تقریباً پچیس لاکھ میں خریدی تھی۔ بعد میں پتہ چلا کہ یہ گاڑی تو صحیح نہیں ہے اس کا تو نمبر غلط ہے یہ رجسٹر نہیں ہو سکتی تو اسے دل کا دورہ (ہارٹ اٹیک) ہو گیا۔ میں نے کہا اس نے ساری زندگی کبھی سجدہ کیا تھا؟ اسے ہارٹ اٹیک کیوں نہیں ہوا کہ میری اتنی نمازیں چھوٹ گئیں۔ اس نے کبھی آخرت کی تیاری کی تھی اور وہ ضائع ہو گئی تو اسے ہارٹ اٹیک کیوں نہیں ہوا؟ یہ گاڑی تو چھوڑ جائے گا آج نہ سہی، کل نہ سہی، پرسوں سہی، یہ تو ویسے ہی اس نے چھوڑ جانی ہے تو دولت سے اتنا پیار کہ اسے پچیس لاکھ کا نقصان ہوتا ہے تو اسے ہارٹ اٹیک ہو گیا۔ تو کروڑوں روپے سے قیمتی ایک سجدہ ہے۔ کبھی نہیں سنا کہ کسی کو ہارٹ اٹیک ہوا ہو کہ میری اتنی نمازیں فوت ہو گئیں، میرے اتنے روزے فوت ہو گئے۔ اس قدر دنیا کی محبت رچ بس گئی ہے نا ہمارے دلوں میں جب اس طرح کیا جاتا ہے تو ثابت ہوتا ہے کہ آپ روپے کے پجاری ہو گئے، آپ بندوں کے پجاری ہو گئے کہ اس بندے سے مجھے یہ ملے گا۔ بندہ تو خود محتاج ہے۔ تمہیں کیا دے گا۔ محتاج محتاج کو کچھ نہیں دے سکتا۔ یہاں ہمارے علاقے میں جھگیوں والے آتے رہتے ہیں، مانگ کر کھاتے ہیں، جھگیاں لگا کر بیٹھ جاتے ہیں۔ یہاں سے اکھیڑی، دس میل آگے جا کر بیٹھ گئے۔ اب تو فرصت نہیں ملتی میں کبھی کبھی ان لوگوں کے پاس جا بیٹھا کرتا تھا کہ معلوم ہو کہ ان کا عقیدہ کیا ہے، طرز حیات کیا ہے یہ کس طرح جیتے ہیں؟ تو مجھے بڑی حیرت ہوئی۔ ایک جھگی میں ایک شخص لیٹا ہوا تھا۔ چھوٹے چھوٹے بچے بھی تھے۔ بیوی بھی تھی۔ تو میں نے کہا، کیوں مانگنے نہیں گئے؟ کہنے لگا میں بیمار ہوں، بخار ہو گیا اور بخار بھی زیادہ تھا، بیوی بھی نہیں جا سکی۔ بچے چھوٹے ہیں تو آج رات فاقے میں ہوگی۔ کل کوئی کوشش کریں گے

آج تو کھانے کو کچھ نہیں۔ میں نے کہا تم فاقہ کرو گے تو یہ تمہارے ساتھ دس بارہ جھگیاں اور بھی ہیں اور یہ تو سارے گاؤں سے مانگ کر لاتے ہیں انہوں نے گٹھڑی روٹیوں کی بھی اٹھائی ہوئی تھی۔ پیسے بھی لے آئے ہوں گے۔ ایک وقت کی روٹی ان روٹیوں میں سے تمہیں نہیں دے سکتے؟ تو وہ کہنے لگا جو مانگ کر کھاتا ہے وہ دوسرے کو کچھ نہیں دیتا۔ ان سے مانگنا فضول ہے، شائد ان میں اس کے بھائی بھی ہوں شاید ان میں اس کا والد ہو تو کہنے لگا ہم ان سے نہیں مانگتے جو مانگ کے لاتا ہے وہ دوسرے کو کب دے گا، گداگر سے آگے میں کیا مانگوں؟ وہ تو خود گداگر ہے۔

حیرت ہوتی ہے ہر بندہ خود محتاج ہے ہم ان کے محتاج کیوں بنیں اپنا تو کسی کے پاس کچھ نہیں ہے۔ جو کچھ جس کے پاس ہے وہ اللہ ہی کا ہے اور ہر بندہ اس کی بارگاہ میں محتاج ہے ہمیں وہ شاہ نظر آئے، بادشاہ نظر آئے اس کا تو حقیر بندہ ہے اور اسی سے مانگ کر کھاتا ہے۔ نوشیروان کہیں سفر پہ تھا اسے پیاس لگی تو اس نے پانی منگوایا۔ اس کے ساتھ جو شاہی طبیب تھا اس نے پانی ملازم کے ہاتھ سے لے لیا اور کہنے لگا اجازت ہو تو کچھ عرض کروں۔ کہو کیا کہتے ہو؟ کہنے لگا بادشاہ سلامت اگر اس مسافرت اور اس گرمی میں آپ کو یہ پانی نہ ملے تو یہ گلاس آپ کتنے میں خریدیں گے؟ اس نے کہا، میں آدھی سلطنت دے دوں گا اور یہ گلاس خرید لوں گا۔ اس نے دے دیا انہوں نے پی لیا۔ جب پی چکے تو اس نے کہا کہ حضور اگر اب یہ پانی باہر نہ نکلے تو پھر کیا کریں گے، کتنی قیمت دیں گے؟ اس نے کہا میں ساری سلطنت دے دوں گا ورنہ تو میری جان جاتی رہے گی۔ اس نے کہا پھر آپ یہ یاد رکھیے کہ آپ کی سلطنت کی قیمت اتنی سی ہے۔ اس پہ فخر نہ کیجئے۔ اس ساری بادشاہت کی قیمت اتنی سی ہے۔ تو بندہ تو خود محتاج ہے۔ جو خود مانگ کے لاتا ہے اس سے مانگنے کا کیا فائدہ اور یہی توقع کسی سے رکھنا بھی ایسا ہی ہے۔ فرمایا: نہیں! توقع اللہ سے رکھو، اس کی اطاعت کرو۔ ہم بندے بندے سے امید لگا لیتے ہیں۔ اللہ کے در پہ جھکنا ہمیں گوارا نہیں ہوتا۔ ہماری نمازیں فرائض ضائع ہو جاتے ہیں۔ دعا مانگنے کا سلیقہ ہی نہیں آتا۔ لڑ بھڑ کے مانگو، رو رو کے مانگو، سجدے میں گر کے مانگو، جیسے بھی مانگو، آپ کا اپنا پروردگار ہے کوئی تکلیف نہیں جیسے جی چاہے مانگو۔ مانگو اس سے وہی دیتا ہے اور نبی ﷺ کا ارشاد ہے کہ مومن کی دعا کبھی رد نہیں ہوتی اس کا ایمان صحیح ہو اس کا عقیدہ ٹھیک ہو اس کی دعا کبھی رد نہیں ہوتی ہاں یہ ہوتا ہے کبھی ہم کوئی چیز مانگتے ہیں ہمیں پتہ نہیں ہوتا کہ یہ چیز ہمیں نفع دے گی یا نقصان کرے گی۔ ہمیں نفع کی امید ہوتی ہے اور ہو سکتا ہے وہ ہمارا نقصان کر دے تو اللہ کریم اتنے کریم ہیں کہ ہمیں اس نقصان سے بچا کر کوئی ایسی چیز عطا کر دیتے ہیں جو ہمارے لئے نفع کا سبب بنے۔ کبھی یہ ہوتا ہے کہ ہماری وہ دعا قبول ہو جاتی ہے اور وقت میں تاخیر ہو جاتی ہے اس کا وقت مقرر ہوتا ہے وہ اپنے وقت پہ پوری ہوتی ہے اور جو ان دونوں میں نہ آئے وہ دعائیں اللہ کریم اپنے پاس جمع فرما لیتے ہیں۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں میدان حشر میں جب اعمال تولے جائیں گے کچھ لوگوں کے اعمال کا وزن کر کے فرشتے عرض کریں گے کہ اس کے سارے اعمال ترازو پہ تولے گئے تو ارشاد ہوگا نہیں اس کے کچھ اعمال میرے پاس بھی ہیں جو تمہارے علم میں نہیں وہ بھی اس کے پلڑے میں رکھو اور وہ وہ دعائیں ہوں گی جو اس نے کی تھیں اور اللہ کریم نے ان کو دنیا میں پورا نہیں کیا تو حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ اس دن بڑے بڑے مستجاب الدعوات یہ آرزو کریں گے کہ کاش ہماری دنیا میں کوئی آرزو پوری نہ کی جاتی اور آج ہمارے کام آتی۔ تو مومن کی دعا کبھی رد نہیں ہوتی اسے فائدہ ہی دیتی ہے اور اللہ کریم نے پانچ نمازوں میں کیا سبق سکھایا ہے سوائے دعا کے ہم کچھ دیتے تو نہیں ہیں۔ قیام میں بھی دعا ہے رکوع اور سجدے میں بھی عظمت الٰہی کی بات ہے، التحیات میں بھی دعا ہے اپنے لئے اور اپنوں کیلئے۔ کتنا کچھ سکھایا اور ہم مانگتے جاتے ہیں کچھ دینے نہیں جاتے۔ جب ہم نماز پڑھتے ہیں تو اللہ کی بارگاہ سے

مانگنے جاتے ہیں دینے کچھ نہیں جاتے پھر ہم کیوں نہیں پڑھتے۔

تو فرمایا! یادرکھو! اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰہَ کسی کی محتاجی نہ کرو کسی سے امیدیں وابستہ نہ کرو، کسی کی عبادت نہ کرو، اِنَّنِیْ لَکُمْ مِّنْهُ نَذِیْرٌ وَّ بَشِیْرٌ میں اللہ کی طرف سے تمہیں غلط کاموں کے انجام کی خبر دینے والا ہوں اور ایمان اور نیک عمل پر مبارکباد، خوشخبری دینا یہ میری ذمہ داری ہے۔ میں تمہیں کاموں کے اس انجام سے آگاہ کرنے والا ہوں جو میدان حشر میں پیش آئیں گے، جو تمہاری سمجھ میں مرنے کے بعد آئیں گے۔ نذیر کا مطلب ڈرسنانے والا یا ڈرانے والا لکھ دیا جاتا ہے اور اردو میں اور کوئی لفظ بھی نہیں ہے لیکن مختلف قسم کے ڈر ہوتے ہیں دشمن کا ڈر ہوتا ہے، نقصان کا ڈر ہوتا ہے بیماری کا ڈر ہوتا ہے جس ڈر کا ذکر اس آیت میں ہے وہ ان سب سے مختلف ہے۔ نذیر کا، انذار کا مطلب ہے کہ جو کام آپ کر رہے ہیں اس کا جو نتیجہ پیش آئے گا جس سے آپ بےخبر ہیں۔ اگر وہ غلط ہے تو اس کی بروقت خبر دینا یہ انذار ہے اور یہ انبیاء علیہما الصلوٰۃ والسلام کا منصب ہے۔ ہم جب قبر میں جائیں گے تو آنکھ کھلے گی کہ وہ جو ہم نے کیا تھا اس کا تو یہ نقصان ہو گیا۔ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام وہ نتیجہ دنیا میں بتا دیتے ہیں کہ ابھی توبہ کر لو، اس سے رجوع کرلو اس کا یہ انجام ہے۔ تو فرمایا میں یقیناً تمہیں برائی کے برے انجام سے باخبر کرنے والا ہوں اور نیکی کے نیک انجام کی بشارت اور خوشخبری دینے والا ہوں۔

اس بات سے یہ بھی اندازہ ہوتا ہے کہ کتاب بغیر نبی ﷺ کے سمجھ میں آنے والی نہیں۔ کتاب سہل ہے، آسان ہے، مفصل ہے لیکن معنی کا تعین نبی ﷺ کرے گا۔ نبی ﷺ کے بغیر کتاب کا کوئی معنی کرے گا تو پھر ہر شخص اپنی پسند سے کرلے گا تو پھر لوگ متفرق ہو جائیں گے۔ عربی میں تو ایک ایک لفظ کے متعدد معنی ہیں اب کوئی کونسا معنی منتخب کرلے اس لئے قرآن کی تفسیر وہی معتبر ہے جو حضور ﷺ نے سکھائی جس پر حضور ﷺ نے عمل کیا۔ ساری زندگی کا عمل بھی قرآن کی تفسیر ہے۔ آپ ﷺ کے ارشادات اور آپ ﷺ کی حدیث قرآن کی تفسیر ہے۔ آپ ﷺ سے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے سیکھا، اس پر عمل کیا اور حضور ﷺ کے سامنے اس پر عمل کیا اور حضور ﷺ نے تصدیق فرمائی کہ یہی مفہوم ہے اور یہی عمل کرنا ہے جو تم کر رہے ہو۔ آج بھی قرآن کا ترجمہ یا تفسیر وہی ہوگی جو حضور ﷺ نے سکھائی، صحابہ نے سیکھا، پھر اس پر عمل کیا۔ آج اگر کوئی مختلف ڈکشنریاں اور مختلف لغات لے کر مختلف معنی کرلے تو قرآن میں تحریف ہوگی وہ تشریح یا وہ تفسیر نہیں ہوگی۔ آج بھی تفسیر وہی معتبر ہے جو حضور ﷺ کے ارشادات ہیں۔ کتنی قرآنی آیات نازل ہوئیں اور صحابہ کرامؓ بڑے بڑے فصحائے عرب تھے ایسے ایسے لوگ تھے جو بہت زبان دان تھے۔ عرب میں تو یہ خاصہ تھا کہ لونڈیاں غلام اور کنیزیں بھی بات بات پر شعر کہہ دیا کرتی تھیں۔ جواب شعروں میں دیا کرتی تھیں اور عرب دوسری دنیا کو عجم کہتے تھے۔ عجم گونگے کو کہتے ہیں۔ عربوں کو اپنی زبان دانی پر بڑا ناز تھا باقی دنیا کو عجمی کہتے تھے کہ یہ لوگ تو گونگے ہیں ان کی تو کوئی زبان ہی نہیں لیکن قرآن کی جب کوئی آیات نازل ہوتیں اور حضور اکرم ﷺ کرم فرماتے ہوئے صحابہ کرامؓ سے حاضرین محفل سے پوچھ لیتے کہ آج یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی ہے جانتے ہو اس کا مفہوم کیا ہے؟ تو بڑے بڑے فصحاء جو بیٹھے ہوتے کہتے تھے اللہ و رسولہ اعلم اللہ جانتا ہے یا اللہ کا رسول جانتا ہے۔ آپ ﷺ جو ارشاد فرمائیں گے وہی حکم ہوگا۔ جب صحابہ کرامؓ نے از خود مطلب نکالنے کی کوشش نہیں کی تو میں اور آپ کس کھیت کی مولی ہیں کہ ہم آج اپنی مرضی سے ترجمہ کریں گے۔ اپنی مرضی کی تفسیر کریں گے وہ رد ہوگی وہ قبول نہیں ہوگی وہی تفسیر معتبر ہے جو اللہ کا نبی ﷺ فرمائے۔

ہمارے ہاں بعض لوگ بات بات پہ کہتے ہیں کہ یہ بات قرآن میں کہاں ہے؟ انہیں یاد رکھنا چاہیے کہ قرآن میں تو حکم ہے اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ (البقرۃ:43) نماز قائم کرو۔ اب اس کے اوقات کیا

ہیں، اس کی رکعات کتنی ہیں، کس رکعت میں کیا پڑھنا ہے، رکوع و سجود کتنا ہے کیسے کرنا ہے؟ یہ کون بتائے گا یہ تفصیل تو قرآن میں نہیں ہے کہ پہلے ثناء پڑھو، پھر سورہ فاتحہ پڑھو، پھر قرآن کریم کی چند آیات پڑھو، پھر رکوع کرو، پھر اس میں یہ تسبیح پڑھو، پھر قیام کرو، پھر سجدہ کرو، اس میں یہ تسبیح پڑھو، التحیات یوں پڑھو، قرآن میں تو یہ تفصیل نہیں ہے۔ یہ تفصیل کہاں سے آئی؟

یہاں ڈھڈاکوٹ ایک جگہ ہے کلر کہار سے آگے۔ یہاں ایک مناظرہ ہو رہا تھا حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مناظر تھے اہل سنت کی طرف سے اور شیعہ حضرات کی جانب سے ایک مناظر تھے۔ جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے ان کا نام فیض بخش تھا۔ مسئلہ تھا کہ حضرت عمرؓ کو حضرت علی کرم اللہ وجہ الکریم نے اپنی بیٹی ام کلثوم کا رشتہ دیا تھا اور ان کا نکاح کیا تھا۔ وہ واقعہ یوں ہوا تھا کہ حضرت عمرؓ نے رشتہ پوچھا تو حضرت علیؓ نے فرمایا کہ آپ کی عمر بہت زیادہ ہے یہ بچی ہے تو انہوں نے فرمایا کہ علی مجھے شادی کا شوق نہیں ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا تھا قیامت کو کسی کا کوئی رشتہ نہیں ہوگا ہر ایک کو اپنی اپنی ہوگی سوائے میرے رشتے کے۔ تو میں اس لئے رشتہ کرنا چاہتا ہوں کہ میں نبی ﷺ کے خاندان میں آجاؤں میرا رشتہ قیامت کو بھی قائم رہے۔ انہیں یہ بات بڑی پسند آئی۔ انہوں نے ام کلثوم کا نکاح حضرت عمرؓ سے کر دیا۔ وہ شیعہ مناظر کہنے لگا کہ حضرت عمرؓ اور حضرت ام کلثومؓ کے نکاح کی بات قرآن سے نکال کر دکھاؤ، کیا یہ قرآن میں ہے؟ حضرت نے فرمایا بالکل ہے۔ قرآن میں لکھا ہوا ہے۔ کہنے لگا، کہاں ہے؟ آپ دکھائیں، حضرتؒ نے کہا، قرآن کھولو، جہاں حضرت علیؓ اور مائی فاطمہؓ کے نکاح کی بات لکھی ہے نا اس سے اگلی آیت میں یہ لکھا ہے۔ پڑھ لو۔ اب قرآن سے وہ کہاں سے نکالے حضرت علیؓ اور مائی فاطمہؓ کا نکاح۔ فرمایا! جس آیت میں وہ لکھا ہوا ہے نا اس سے اگلی آیت میں ام کلثوم کا نکاح لکھا ہوا ہے پڑھ لو۔ یہ تو ایک علمی انداز تھا نا حضرت کا۔ اب نکاح کس کا کس سے ہوا یہ قرآن میں تو نہیں نا لکھا ہوا۔ قرآن تو احکام کا مجموعہ ہے اس کی تفسیر حدیث سے تلاش کرو، صحابہ کرامؓ سے تلاش کرو، سیرت النبی ﷺ سے تلاش کرو، احکام الٰہی کے بارے بعض لوگوں کا یہی رویہ ہوتا ہے کہ قرآن میں کہاں لکھا ہوا ہے۔ قرآن میں اصول لکھے ہوئے ہیں ان کی ساری تفصیلات محمد رسول اللہ ﷺ نے اپنی زبان حق ترجمان سے ارشاد فرما دی ہیں اور ان پر عمل کر کے بھی ان تفصیلات کو بتا دیا۔ تو ہمارے ہاں یہ بھی ایک مرض ہے۔ لوگ کہتے ہیں حدیث کا تو اعتبار نہیں ہے قرآن میں دکھاؤ ہم اہل قرآن ہیں۔ بھئی آپ اہل قرآن بن گئے۔ صاحب قرآن سے چھٹو گے تو اہل قرآن بنو گے۔ صاحب قرآن کو چھوڑ کر کوئی اہل قرآن نہیں بن سکتا۔ نبی ﷺ کے بغیر قرآن کا مفہوم سمجھ نہیں آسکتا۔ نبی ﷺ کا منصب ہے۔ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيۡهِمۡ (النحل: 44) نبی ﷺ کا منصب جلیلہ ہے کہ لوگوں کو بتائیں کہ ان کی طرف کیا نازل کیا گیا ہے۔

وَ اَنِ اسۡتَغۡفِرُوۡا رَبَّكُمۡ ثُمَّ تُوۡبُوۡۤا اِلَيۡهِ پھر حضور ﷺ نے اگلا ارشاد ربانی سنایا کہ میرا کام برے کام کے انجام کی بروقت خبر دینا اور نیکی کے نیک کام پر بشارت دینا اور تمہیں یہ بھی سمجھانا ہے وَ اَنِ اسۡتَغۡفِرُوۡا رَبَّكُمۡ کہ ہمیشہ اپنے اللہ سے معافی طلب کرتے رہو، استغفار کرتے رہو۔ ہمیشہ کرتے رہو۔ جنہیں تم نیکیاں سمجھتے ہو وہ نیکی کر کے بھی استغفار کیا کرو کہ وہ بارگاہ بہت عالی ہے۔ ہم جو سجدہ بھی کرتے ہیں وہ پتہ نہیں اس بارگاہ کے لائق ہے بھی کہ نہیں۔ خطا کرنا اپنے آپ کے ساتھ بہت ظلم ہے ہم جو عبادت بھی کرتے ہیں پتہ نہیں اس میں وہ خلوص ہے کہ نہیں جو اس بارگاہ میں پیش کیا جا سکے۔ تو نیکی کر کے بھی اللہ سے بخشش مانگتے رہا کرو کہ اللہ یہ نیکی تب نیکی ہے کہ تیری بارگاہ میں قبول ہو۔ اسۡتَغۡفِرُوۡا رَبَّكُمۡ کہ وہ تمہارا پروردگار ہے تمہاری تمام ضرورتیں وہی پوری کر رہا ہے ثُمَّ تُوۡبُوۡۤا اِلَيۡهِ اس کے سامنے توبہ کرتے رہو۔ انسان کتنا بھی پارسا ہو اس سے غلطی ہو سکتی ہے۔ اسے استغفار اور توبہ کرنی چاہیے۔

پھر ہم جو نیکیاں بھی کرتے ہیں وہ بھی بڑی حد تک گستاخیاں بن جاتی ہیں۔نماز پڑھ رہے ہوتے ہیں۔دل ہمارا پتہ نہیں کہاں ہوتا ہے۔ہم سجدے کر رہے ہوتے ہیں ہمیں یاد نہیں رہتا پتہ نہیں کتنی رکعت پڑھی ہے۔نماز میں اتنی توجہ نہیں ہوتی کہ یہ تو یاد رکھیں کہ اب دوسری پڑھی ہے یا تیسری رکعت پڑھی ہے تو یہ اللہ کریم نے اپنی رحمت کا دروازہ کھول کر اس امت پر احسان کیا ہے۔پہلی امتوں میں بھی توبہ تھی لیکن اکثر ہم دیکھتے ہیں کہ جب لوگ توبہ کرتے تو ان پر کوئی نہ کوئی آزمائش ڈال دی جاتی کہ یہ کام کرو تو تمہاری توبہ قبول ہو جائے گی۔اس امت پہ اللہ نے یہ آسانی فرمائی ہے کہ کوئی کتنے گناہ کر چکا ہو،خلوص دل سے اللہ سے عہد کر لے کہ جو ہو چکا میں اس کی معافی چاہتا ہوں اور آئندہ نہیں کروں گا تو وہ معاف کر دے گا۔کسی کے گناہ اس کی رحمت کو عاجز نہیں کر سکتے وہ فرماتا ہے وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ (الاعراف:165) میری رحمت ہر چیز سے وسیع تر ہے۔اور یہ اس کا کتنا احسان ہے۔

پھر فرمایا استغفار اور توبہ کا فائدہ یہ ہے يُمَتِّعْكُم مَّتَاعًا حَسَنًا إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى جب تک تمہاری دنیا کی زندگی ہے تمہارے لیے دنیا میں بھی بہترین سامان پیدا کر دوں گا۔استغفار اور توبہ کی برکت یہ ہے کہ تمہاری دنیا کے کام بھی آسان ہو جائیں گے اور دنیا کی زندگی بھی آسان ہو جائے گی وَيُؤْتِ كُلَّ ذِي فَضْلٍ فَضْلَهُ اور ہر زیادہ عمل کرنے والے کو اور زیادہ عطا فرمائے گا۔اگر ساتھ استغفار بھی کرتے رہو توبہ بھی کرتے رہو رجوع الی اللہ قائم رکھو اللہ تمہاری نیکیوں کو بھی کئی گنا بڑھا دے گا تمہارے گناہوں کو معاف کر دے گا تمہیں گناہ سے بچنے کی توفیق عطا کر دے گا ایسے اسباب مہیا کر دے گا کہ تم اس کے سوا کسی کے محتاج نہیں رہو گے۔سو دنیوی کاموں کا بھی یہ بہت بڑا علاج ہے کہ آدمی استغفار کی تسبیحات پڑھے اور توبہ کرتا رہے ہر وقت اللہ سے معافی مانگتا رہے تو فرمایا تمہاری دنیاوی مصیبتیں بھی ٹل جائیں گی اور دنیا میں بھی تم پر آسانی پیدا فرما دے۔أَجَلٍ مُّسَمًّى موت تک زندگی بھر تمہاری حفاظت فرمائے گا۔تمہیں آسانیاں دے گا اور مرنے کے بعد جو تم نے نیکیاں کی ہیں ان سے کئی گنا زیادہ انعام عطا فرمائے گا۔فرمایا وَإِن تَوَلَّوْا اللہ نے اپنے نبی ﷺ کی زبانی آپ ﷺ کی طرف سے ارشاد فرمایا اور دیکھئے حضور ﷺ کتنے کریم ہیں قیامت تک آنے والی انسانیت کو ارشاد فرمایا۔صرف اپنے زمانے کے لوگوں کو نہیں،صرف ان کو نہیں،جنہوں نے حضور ﷺ پر پتھر برسائے۔صرف ان کو نہیں، جنہوں نے کانٹے بچھائے۔صرف ان کو نہیں،جنہوں نے ہجرت پر مجبور کر دیا۔صرف ان پر نہیں،جنہوں نے دندان مبارک شہید کئے۔کتنے صحابہ کو شہید کیا اور کتنی جنگیں لڑنا پڑیں صرف ان کیلئے نہیں،ساری انسانیت کیلئے فرمار ہے ہیں وَإِن تَوَلَّوْا اگر تم اس سے روگردانی کرو گے اگر تم ایسا نہیں کرو گے فَإِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ كَبِيرٍ لوگو مجھے اس بڑے دن کے عذاب سے ڈر لگتا ہے کہ تم عذاب میں پھنس جاؤ گے ۔کیسی عجیب بات ہے کہ ہم ساڑھے چودہ سو سال بعد پیدا ہوئے ہمارا درد بھی اس میں ہے اور ارشاد میں موجود ہے کہ لوگو اللہ سے توبہ کرو، اللہ سے بخشش مانگتے رہو اور اللہ کے سوا کسی کے آگے مت جھکو۔اور اگر تم ایسا نہیں کرو گے تو مجھے تمہاری طرف سے ڈر لگتا ہے کہ اس بڑے دن کے عذاب میں پھنس نہ جاؤ۔تمہاری طرف سے مجھے خوف آرہا ہے۔ حضور ﷺ کی شان ہے رحمت اللعالمین یہ آیہ کریمہ اسی شان کا ترجمہ کر رہی ہے کہ قیامت تک آنے والے جو بھی خطا کار ہوں گے ان کا دکھ محسوس کر رہے ہیں نبی کریم ﷺ۔کیا کوئی ایسی ہستی کا دنیا میں کوئی تصور ہے پھر نہ جانے کیوں ہم ان کے دامن میں پناہ کیوں نہیں لیتے۔ ہم ان کی اطاعت کیوں نہیں کرتے۔إِلَى اللَّهِ مَرْجِعُكُمْ فرمایا یہ بات یاد رکھو تم سب کو لوٹ کر اپنے پروردگار کی بارگاہ میں حاضر ہونا ہے اس پر یقین کر لو۔یہ نہ سمجھو کہ جو مرضی ہے لوٹ کھسوٹ کر لیں،عیش کر لیں مر گئے تو بات ختم ہوگی۔ختم نہیں ہوگی مرجاؤ گے تو بات شروع ہوگی۔إِلَى اللَّهِ مَرْجِعُكُمْ تمہیں لوٹ کر اللہ کی بارگاہ میں جانا ہے۔(باقی صفحہ

گزشتہ سے پیوستہ

حقوق والدین

مولانا عاشق الٰہی بلندشہری کی کتاب "حقوقِ والدین" سے مرتب کیا گیا

حدیث نمبر: ۷

تشریح:۔اس حدیث پاک میں تین اہم باتیں ارشاد فرمائیں اول یہ کہ اگر تم پاک دامن رہو گے اور دوسروں کی عورتوں کی طرف نفس اور نظر کو متوجہ نہ کرو گے، تو چونکہ تم نے دوسروں کی عورتوں سے اپنی حفاظت کی اس لئے اللہ جل شانہٗ کی جانب سے اس کا یہ انعام ملے گا کہ تمھاری عورتیں پاک دامن رہیں گی، ان کی طرف نفسانی ہوس رکھنے والے متوجہ نہ ہوں گے، اور وہ شوہروں کے علاوہ کسی پر نظر نہ ڈالیں گی، دوسری بات یہ بتائی کہ اگر تم اپنے باپ کے ساتھ حُسنِ سلوک کرو گے تو تمھاری اولاد تمھارے ساتھ حُسن سلوک سے پیش آئے گی، ظاہری سبب کے اعتبار سے تو یہ بات بالکل واضح ہے، کیونکہ جب تم کو اولاد دیکھے گی کہ ماں باپ کے ساتھ اکرام واحترام کے ساتھ پیش آتے ہو اور جان و مال کے ساتھ خدمت کرتے ہو تو تمھارے عمل سے بچے بھی سبق سیکھیں گے، اور سمجھیں گے کہ ماں باپ کے ساتھ حُسنِ سلوک ہمارے معاشرہ کا جزو ہے، ہم کو بھی اپنے ماں باپ کے ساتھ یہی کرنا چاہئے جیسے ہمارے ماں باپ نے اپنے والدین کے ساتھ کیا ہے۔

اور باطنی طور پر اس کو اس طرح سمجھ لو کہ "جیسا کرو گے ویسا بھرو گے" کے مطابق ہے، جب تم نے اپنے ماں باپ کے ساتھ اچھا برتاؤ کیا، تو اس صلہ میں اللہ جل شانہٗ تمھاری اولاد کو تمھاری خدمت کی طرف متوجہ فرمائے گا، اور اولاد کے قلوب میں تمھاری عزت و وقعت ڈال دے گا، نیز اس کے ساتھ اس کے برعکس بھی سمجھ لینا چاہئے، کہ اگر تم نے ماں باپ کے ساتھ بُرا سلوک کیا تو تمھاری اولاد تم سے یہی سیکھے گی، اور جب اس کا نمبر آئے گا تو تمھارے ساتھ وہی سلوک کرے گی جو تم نے اپنے ماں باپ کے ساتھ کیا تھا۔

ایک قصہ سنا تھا کہ ایک شخص نے اپنے بوڑھے باپ کو چادر میں گٹھڑی کی طرح باندھا، پھر اس کو کنویں میں ڈالنے کے لئے چل دیا، جب کنویں کی منڈیر پر جا کر رکھا اور قریب تھا کہ کنویں میں ڈال دے، تو باپ نے کہا کہ بیٹا اس کنویں میں نہ ڈال کسی دوسرے کنویں میں ڈال دے کیونکہ اس میں، میں نے اپنے باپ کو ڈالا تھا، یہ سُن کر بیٹے کو ہوش آیا اور گٹھڑی کھول کر الگ کھڑا ہو گیا اور باپ کو احترام کے ساتھ گھر لے آیا۔

تیسری بات یہ بتائی کہ جب کسی مسلمان سے کوئی ناراضگی کی بات ہو جائے اور اس کے بعد وہ معافی مانگنے لگے اور عذر خواہی کرے، تو اس کی معذرت قبول کر کے دل صاف کر لو، یہ نہ دیکھو کہ غلطی کس کی تھی؟ وہ غلطی پر تھا یا تم غلطی پر تھے، اُس کو جانے دو، جب معافی مانگنے لگا تو معاف کر دو، بلکہ اگر تمھاری غلطی تھی تو تم بھی معافی مانگ لو، اور اس کی کوئی حق تلفی کر چکے ہو تو اس کی تلافی کر دو۔

ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ جس نے اپنے بھائی کے سامنے عذر خواہی کی پھر اس نے عذر قبول نہ کیا تو اس کو ایسا (بڑا) ہوگا جیسا کہ ظلماً ٹیکس وصول کرنے والے کو ہوتا ہے، (مشکوٰۃ ص ۴۲۹، عن البیہقی فی الشعب)

باپ کی دُعا ضرور قبول ہوتی ہے

حدیث مبارکہ نمبر ۸

ترجمہ:۔حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس

صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تین دعائیں مقبول ہیں۔ اُن (کی قبولیت) میں کوئی شک نہیں، (۱) والد کی دُعاء اولاد کے لئے (۲) مسافر کی دُعاء (مظلوم کی دُعاء (مشکوٰۃ المصابیح ص ۱۹۵۔ از ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ شریف)

تشریح:۔ اس حدیث سے والد کی دُعاء کی اہمیت ظاہر ہوتی ہے، مُلا علی قاری شرح مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں اگر اس میں والدہ کا ذکر نہیں ہے، لیکن ظاہر ہے جب والد کی دُعاء ضرور قبول ہوگی تو والدہ کی دُعاء بھی بطریق اولیٰ ضرور قبول ہوگی، اولاد کو چاہیئے کہ ماں باپ کی خدمت کرتی رہے، اور دُعاء لیتی رہے، اور کوئی ایسی حرکت نہ کریں جس سے ان کا دل دُکھے، اور ان میں سے کوئی دل سے یا زبان سے بددُعا کر بیٹھے، کیونکہ جس طرح ان کی دُعاء قبول ہوتی ہے اسی طرح اُن کے دُکھے دل کی بددُعاء بھی لگ جاتی ہے، اگرچہ عموماً شفقت کی وجہ سے وہ بددُعاء سے بچتے ہیں، اُن کی دُعا سے دُنیا وآخرت سُدھر سکتی ہے، اور بددُعاء سے دونوں جہاں کی بربادی بھی ہوسکتی ہے،

ماں باپ کے اکرام واحترام کی چند مثالیں

حدیث مبارکہ نمبر 9

ترجمہ:۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک شخص حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اس کے ساتھ ایک بڑے میاں تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ تیرے ساتھ یہ کون ہیں؟ عرض کیا کہ یہ میرے والد ہیں، فرمایا کہ باپ کے اکرام واحترام کا خیال رکھ، ہرگز اُس کے آگے مت چلنا، اور اس سے پہلے مت بیٹھنا، اور اس کا نام لے کر مت بُلانا، اور اس کی وجہ سے کسی کو گالی مت دینا۔ (تفسیر درمنثور، ص ۱۷۱، ج ۴ از ابنِ مردودیہ)

تشریح:۔ ماں باپ کا احترام واکرام دل سے بھی کرے اور زبان سے بھی، عمل سے بھی اور برتاؤ سے بھی، اس حدیث پاک میں اکرام واحترام کی چند جزئیات ارشاد فرمائی ہیں؛

اول تو یہ فرمایا کہ باپ کے آگے مت چلنا، دوسرے یہ فرمایا کہ جب کسی جگہ بیٹھنا ہو تو باپ سے پہلے مت بیٹھنا، تیسرے یہ فرمایا کہ باپ کا نام لے کر مت پکارنا، چوتھے یہ کہ باپ کی وجہ سے کسی کو گالی مت دینا، مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص تمھارے باپ کو کوئی ناگوار بات کہہ دے تو اس کو یا اُس کے باپ کو گالی مت دینا، کیونکہ اُس کے جواب میں وہ پھر تمھارے باپ کو گالی دے گا، اور اُس طرح سے تم اپنے باپ کو گالی دلانے کا سبب بن جاؤ گے، واضح رہے کہ یہ نصیحتیں باپ ہی کے ساتھ مخصوص نہیں ہیں والدہ کے حق میں بھی ان کا خیال رکھنا لازم ہے، اور یہ جو فرمایا کہ باپ کے آگے مت چلنا، اس سے وہ صورت مستثنیٰ ہے جس میں باپ کی خدمت کی وجہ سے آگے چلنا پڑے مثلاً راستہ دکھانا ہو یا اور کوئی ضرورت پیش ہو،

ماں باپ کے ساتھ حُسن سلوک
سے رزق اور عمر دونوں بڑھتے ہیں

حدیث مبارکہ نمبر 10

ترجمہ:۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس کو یہ پسند ہو کہ اللہ تعالیٰ اس کی عمر دراز کرے اور اس کا رزق بڑھائے اس کو چاہئے کہ اپنے ماں باپ کے ساتھ حُسن سلوک کرے، اور رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرے۔ (درمنثور، ص ۱۷۳، ج ۴ از بیہقی شریف)

تشریح:۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ماں باپ کے ساتھ حُسن سلوک کرنے سے اور اُن کی خدمت میں لگے رہنے سے عمر دراز ہوتی ہے، اور رزق بڑھتا ہے، بلکہ ماں باپ کے علاوہ دوسرے رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرنے سے بھی درازِ عمر اور وسیع رزق نصیب ہوتا ہے، نئی نسل کے بہت سے نوخیز نوجوان، دوست احباب بیوی بچوں پر تو بڑھ چڑھ کر خرچ کرتے ہیں اور ماں باپ کے لئے پھوٹی کوڑی خرچ کرنے سے بھی اُن کا دل دُکھتا ہے، یہ لوگ آخرت کے ثواب سے محروم ہوتے ہی ہیں بلکہ دنیا میں بھی نقصان اُٹھاتے ہیں، ماں باپ کی

فرمانبرداری اور خدمت گذاری اور دیگر رشتہ داروں کے ساتھ صلہ ءرحمی کرنے سے جو عمر میں درازی اور رزق میں وسعت ہوتی ہے اس سے محروم ہوتے ہیں،

ماں باپ کے اخراجات کے لئے محنت کرنے کا ثواب

حدیث مبارکہ نمبر 11

ترجمہ:۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے روایت ہے کہ ایک ایسے شخص کا مجلس نبوی ﷺ کے قریب سے گذر ہوا جس کا جسم دُبلا پتلا تھا، اس کو دیکھ کر حاضرین نے کہا کہ کاش یہ جسم اللہ کی راہ میں (یعنی جہاد میں دُبلا ہوا) ہوتا یہ سن کر حضورِ اقدس ﷺ نے فرمایا کہ شاید وہ اپنے بوڑھے ماں باپ پر محنت کرتا ہو (اور اُن) کی خدمت میں لگنے اور ان کے لئے روزی کمانے کی وجہ سے دُبلا ہو گیا ہو اگر ایسا ہے تو وہ فی سبیل اللہ ہے (پھر فرمایا کہ) شاید وہ چھوٹے بچوں پر محنت کرتا ہو (یعنی ان کی خدمت اور پرورش اور ان کے لئے رزق مہیا کرنے میں دُبلا ہو گیا ہو) اگر ایسا ہے تو وہ فی سبیل اللہ ہے، (پھر فرمایا کہ) شاید وہ اپنے نفس پر محنت کرتا ہو (اور اپنی جان کے لئے محنت کر کے روزی کماتا ہو) تا کہ اپنے نفس کو لوگوں سے بے نیاز کر دے، (اور مخلوق سے سوال نہ کرنا پڑے) اگر ایسا ہے تو وہ فی سبیل اللہ ہے۔ (درمنثور، ص ۱۷۳، ج ۱، از بیہقی شریف)

تشریح:۔ معلوم ہوا کہ ماں باپ اور آل اولاد بلکہ اپنے نفس کے لئے حلال روزی کمانا بھی فی سبیل اللہ میں شمار ہے۔

ماں باپ کی خدمت نفلی جہاد سے افضل ہے

حدیث مبارکہ نمبر 12

ترجمہ:۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ ایک شخص حضورِ اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، اور جہاد میں شریک ہونے کی اجازت مانگی، آپ ﷺ نے فرمایا کیا تیرے ماں باپ زندہ ہیں؟ اس نے عرض کیا جی ہاں زندہ ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا انھی میں جہاد کر (یعنی اُن کی خدمت میں جو محنت اور کوشش اور مال تو خرچ کرے گا یہ بھی ایک طرح کا جہاد ہوگا) اور ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ واپس جا اور ماں باپ کے ساتھ اچھا برتاؤ کرتا رہ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۳۳۱، از بخاری و مسلم شریف)

حدیث مبارکہ نمبر 13

ترجمہ:۔ حضرت معاویہ بن جاہمہ رضی اللہ عنہٗ نے بیان فرمایا کہ میرے والد، حضرت جاہمہ رضی اللہ عنہٗ حضور اقدس ﷺ کے خدمت میں حاضر ہوئے، اور عرض کیا کہ میں نے جہاد کرنے کا ارادہ کیا، اور آپ ﷺ سے مشورہ کرنے کے لئے حاضر ہوا ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا کیا تیری ماں زندہ ہے؟ انہوں نے عرض کیا جی ہاں زندہ ہے، آپ ﷺ نے فرمایا بس تو اسی کی خدمت میں لگا رہ، کیونکہ جنت اس کے پاؤں کے پاس ہے۔ (مشکوٰۃ المصابیح، ص ۴۲۱، از احمد نسائی، بیہقی شریف)

تشریح:۔ ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ عام حالات میں (جب کہ جہاد فرض عین نہ ہو) جہاد کی شرکت کے بجائے ماں باپ کی خدمت کرنا افضل ہے، اگر دوسرا بھائی بہن اُن کی خدمت کے لئے موجود نہ ہو تو ان کی خدمت میں رہنے کی اہمیت اور زیادہ ہو جائے گی،

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہٗ سے روایت ہے کہ حضورِ اقدس ﷺ کی خدمت میں ایک شخص یمن سے ہجرت کر کے آیا، آپ ﷺ نے اس سے فرمایا کہ تم نے سرزمین شرک سے تو ہجرت کر لی، لیکن جہاد باقی ہے، تو کیا یمن میں تمھارا (قریبی) عزیز ہے؟ عرض کیا والدین ہیں، آپ ﷺ نے سوال فرمایا کہ انہوں نے تم کو اجازت دی ہے؟ عرض کیا نہیں، فرمایا بس تو واپس جاؤ، اور ان سے اجازت لو، اگر وہ اجازت دیں تو جہاد میں شرکت کر لینا، ورنہ اُن کے ساتھ حسن سلوک کرتے رہنا (درمنثور، ص ۱۷۸ ج ۴ عن احمد الحاکم، وقال صححہ الحاکم)

ہجرت کی بیعت کے لئے والدین کو روتا چھوڑنے والے کو نصیحت

حدیثِ مبارکہ نمبر 14

ترجمہ:۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے روایت ہے کہ ایک شخص حضورِ اقدس ﷺ کی خدمت میں ہجرت پر بیعت کرنے کے لئے حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں آپ ﷺ سے ہجرت پر بیعت کرنے کے لئے حاضر ہوا ہوں، اور میں نے اپنے والدین کو اس حال میں چھوڑا کہ وہ دونوں (میری جدائی کی وجہ سے) رو رہے تھے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اِن کے پاس واپس جا اور اُن کو ہنسا کہ تو نے اُن کو رلایا۔ (مستدرک، حاکم، ص ۱۵۳ ج ۴ و ابوداؤد شریف)

تشریح:۔ یہ شخص حضورِ اقدس ﷺ نے خدمت میں نیک نیت سے حاضر ہوا، یعنی ہجرت پر بیعت ہونے کے لئے سفر کر کے آیا تھا، اول ہجرت کی نیت، پھر حضورِ اقدس ﷺ سے اس عمل پر بیعت ہونا، یہ سب مبارک اور نیک عمل ہے جس میں کوئی شک نہیں، لیکن ماں باپ اس پر راضی نہ تھے کہ ان کو چھوڑ کر جائے، وہ اس شخص کے سفر میں جانے سے بہت بے چین ہوئے، اور جدائی کے صدمہ سے رونے لگے، جب حضورِ اقدس ﷺ کو یہ بات معلوم ہوئی تو فرمایا کہ واپس جا اور والدین کو ہنسا، جیسا کہ تو نے اُن کو رلایا ہے،

اس سے ماں باپ کی دلداری کی اہمیت اور فضیلت معلوم ہوئی، یہ اُس زمانہ کی بات ہے جب ہجرت کرنا فرض نہ تھا، اسلام خطہ عرب میں پھیل چکا تھا، مسلمان ہر جگہ امن و امان کے ساتھ اسلام کے مطابق زندگی گذار سکتے تھے،

اور یہ معلوم ہوا کہ ایسا کام کرنا جس سے ماں باپ رنج اور صدمہ کہ وجہ سے روئیں، گناہ ہے، اور ایسا کام کرنا جس سے ماں باپ خوش ہوں اور جس سے اُن کو ہنسی آئے ثواب کا کام ہے، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہٗ نے فرمایا کہ ماں باپ کا رونا عقوق اور کبائر میں سے ہے، جب کہ اولاد ایسا کام کرے جس سے اُن کو ایذا پہنچے اور جس سے وہ رونے لگیں) (الادب المفرد للبخاری شریف)

حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہٗ یمن کے رہنے والے تھے اِن کو حضورِ اقدس ﷺ نے خیر التابعین فرمایا، اور یہ بھی فرمایا کہ ان سے اپنے لئے دعائے مغفرت کرانا، انہوں نے عہدِ نبوت میں اسلام قبول کر لیا تھا، لیکن والدہ کی خدمت کی وجہ سے بارگاہِ رسالت ﷺ میں حاضر نہ ہو سکے، اور شرفِ صحابیت سے محروم ہو گئے، آنحضرت ﷺ نے ان کے اس عمل پر نکیر نہیں فرمائی، بلکہ قدردانی فرمائی، اور ارشاد فرمایا کہ ان سے دُعا کرانا، والدین کی خدمت کا کیا مرتبہ ہے حضرت اویس قرنیؒ کے عمل سے ظاہر ہے، صحیح مسلم شریف ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اُویسؒ کی والدہ ہے، اس کے ساتھ انہوں نے حُسن سلوک کیا ہے، اگر اُویسؒ (کسی بات میں) اللہ کی قسم کھا لیں تو اللہ تعالیٰ ضرور اُن کی قسم پوری فرمائے) (باب فضائل اُویس قرنی")

ماں باپ کے سامنے ہنسنے اور اِن کو ہنسانے کی فضیلت

حدیث مبارکہ نمبر 15

ترجمہ:۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہٗ سے روایت ہے کہ حضورِ اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ والدین کے درمیان تیرا تخت پر سو جانا اس طرح ہے کہ تو اُن کو ہنساتا ہو وہ تجھے ہنساتے ہوں اس کام سے افضل ہے کہ فی سبیل اللہ تلوار سے جہاد کرے۔ (در منثور ص ۱۷۳، ج ۴، از بیہقی)

تشریح:۔ ماں باپ کی نظروں کے سامنے خوش و خرم رہنا اور اُن کو خوش و خُرم رکھنا، اُن کے سامنے مسکرانا، ہنسنا اور ان سے ایسی باتیں کرنا جن سے ان کا دل خوش ہو اور ہنسی مسکراہٹ آ جائے یہ سب ثواب ہے اور یہ بھی ایک طرح کی خدمت ہے، اور جہاد سے افضل ہے، مفت میں اتنا بڑا ثواب لینے والے کہاں ہیں؟

(جاری ہے)

توسیع مسجد دارالعرفان منارہ

آج سے 32 سال قبل جس مسجد کا سنگ بنیاد حضرت مولانا اللہ یار خان رحمۃ اللہ علیہ نے رکھا تھا آج وہ پوری دنیا کیلئے تصوف کا مرکز بن چکی ہے، یہ وہی قافلہ ہے جسے اس کے میر کارواں نے نہایت مجاہدے سے شروع کیا اور یہ رواں دواں ہے توسیع کا سنگ بنیاد

حضرت امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی نے

جمعۃ المبارک بمطابق 25 مئی 2012ء کو رکھا

مسجد دارالعرفان کے توسیعی منصوبے پر 39 ملین روپے لاگت آئے گی اور یہ 01 سال میں مکمل ہوگا

مسجد کے ہال میں بیک وقت 4500 نمازیوں کی گنجائش موجود ہوگی۔

اگر کوئی ساتھی اس مسجد میں اپنے ایک مصلّی کا ہدیہ (جو تقریباً 15 ہزار روپے پاکستانی) اندازہ کیا گیا ہے
جمع کروانا چاہے تو دارالعرفان مرکز یا ضلعی امراء سے رابطہ کرسکتا ہے

منجانب: **مرکزی دفتر دارالعرفان منارہ تحصیل کلر کہار ضلع چکوال**

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ○ ۲۲

ترجمہ: اور بالشبہ ہم نے قرآن کو نصیحت حاصل کرنے کے لیے آسان کر دیا تو کوئی ہے جو نصیحت حاصل کرے

اکرم التراجم

قدرت اللہ کمپنی کے تیار کردہ دیدہ زیب قرآن پاک

شیخ المکرّم امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی

کا تحریر کردہ آسان اور عام فہم زبان میں اردو ترجمہ

اب آپ ہماری ویب سائیٹ www.naqashbandiaowasia.com پر بھی پڑھ سکتے ہیں

شیخ المکرم کے تازہ ترین بیانات ہر جمعہ کی شام ہماری ویب سائیٹ www.oursheikh.org پر سن سکتے ہیں

منجانب: صاحبزادہ عبدالقدیر اعوان ایڈمنسٹریٹر دارالعرفان منارہ 0543-562200

غزوۂ مریسیع یا بنی مصطلق (شعبان ۵ھ)

شعبان المعظم میں غزوۂ بنی مصطلق پیش آیا۔ اس غزوہ میں چند خاص واقعات پیش آئے جس کی بنا پر اس کو اس ماہ شائع کیا جا رہا ہے

سیرۃ النبی ﷺ از مولانا شبلی نعمانی

خزاعہ ایک قبیلہ تھا جو قریش کا حلیف اور ہم عہد تھا۔ قریش کو ایک زمانہ میں یہ خیال آیا کہ ہم ابراہیم کی نسل سے ہیں اس لئے ہم کو اوروں سے ہر باب میں ممتاز ہونا چاہئے۔ حج کا ایک بڑا رکن عرفات کے میدان میں قیام کرنا ہے لیکن چونکہ یہ میدان حرم کی حدود سے باہر ہے، قریش نے یہ قاعدہ قرار دیا کہ لوگ عرفات جائیں لیکن ہم کو عرفات کی بجائے مزدلفہ میں ٹھہرنا چاہئے جو حدود حرم کے اندر ہے۔ اسی قسم کی اور امتیازی باتیں قائم کیں۔ ان خصائص کی بنا پر اپنا لقب احمس رکھا۔ لیکن اس قدر فیاضی کی کہ جو لوگ ان پابندیوں کو قبول کر لیتے تھے ان کو بھی یہ لقب دے دیتے اور ان سے رشتہ ناطہ کرتے تھے۔ قبیلہ خزاعہ کو بھی یہ شرف عطا کیا تھا۔

خزاعہ کا ایک خاندان بنوالمصطلق کہلاتا تھا۔ وہ مقام مریسیع میں جو مدینہ منورہ سے نو منزل ہے، آباد تھا۔ اس خاندان کا رئیس حارث بن ابی ضرار تھا۔ اس نے قریش کے اشارہ سے یا خود مدینہ پر حملہ کی تیاریاں شروع کیں۔ آنحضرت کو یہ خبر ہوئی تو مزید تحقیقات کیلئے حضرت زید بن خصیبؓ کو بھیجا۔ انہوں نے واپس آکر خبر کی تصدیق کی۔ آپ ﷺ نے صحابہؓ کو تیاری کا حکم دیا۔ ۲ شعبان کو فوجیں مدینہ سے روانہ ہوئیں۔ مریسیع میں خبر پہنچی تو حارث کی جمعیت منتشر ہوگئی اور وہ خود بھی کسی طرف نکل گیا۔ لیکن مریسیع میں جو لوگ آباد تھے انہوں نے صف آرائی کی اور دیر تک جم کر تیر برساتے رہے مسلمانوں نے دفعتاً ایک ساتھ حملہ کیا تو ان کے پاؤں اکھڑ گئے۔ دس آدمی مارے گئے اور باقی گرفتار ہوگئے۔ جن کی تعداد تقریباً چھ سو تھی۔ غنیمت میں دو ہزار اونٹ اور پانچ ہزار بکریاں ہاتھ آئیں۔

یہ ابن سعد کی روایت ہے صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے بنوالمصطلق پر اس حالت میں حملہ کیا کہ وہ بالکل بے خبر اور غافل تھے اور اپنے مویشیوں کو پانی پلا رہے تھے۔

یہ لڑائی ایک معمولی لڑائی تھی لیکن اتفاق سے بعض شہرت پذیر واقعات ایسے پیش آئے جن کی وجہ سے اس لڑائی کا خاص عنوان قائم کیا جاتا ہے۔ اس جنگ کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ غنیمت کے لالچ سے بہت سے منافقین بھی فوج میں داخل ہوگئے تھے۔ یہ بد باطن ہر موقع پر فتنہ گری کی کوشش کرتے تھے۔ ایک دن چشمہ سے پانی لینے پر ایک مہاجر اور انصاری میں جھگڑا ہوگیا۔ انصاری نے عرب کے قدیم طریقہ پر یاللانصار کا نعرہ مارا۔ (انصار کی ہے) مہاجر نے بھی یا معاشر المہاجرین کے نعرہ سے جواب دیا۔ نعرے سن کر قریش و انصار نے تلواریں کھینچ لیں اور قریب تھا کہ جنگ چھڑ جائے لیکن لوگوں نے بیچ بچاؤ کرا دیا۔ عبداللہ بن ابی جو رئیس المنافقین تھا اس کو موقع ہاتھ آیا۔ انصار سے مخاطب ہو کر کہا تم نے یہ بلا خود مول لی۔ مہاجرین کو تم نے بلا کر اتنا کر دیا کہ اب وہ خود تم سے برابر کا مقابلہ کرتے ہیں۔ اب بھی موقع ہاتھ سے نہیں گیا ہے تم دستگیری سے ہاتھ اٹھا لو تو وہ خود یہاں سے نکل جائیں گے۔

یہ واقعہ لوگوں نے آنحضرت ﷺ سے آکر کہا۔ حضرت عمرؓ بھی موجود تھے۔ غصہ سے بیتاب ہوگئے اور عرض کی کہ کسی کو ارشاد ہو اس منافق کی گردن اڑا دے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا تم یہ چرچا پسند کرتے ہو کہ محمد ﷺ اپنے ساتھ والوں کو قتل کر دیا کرتے ہیں۔

یہ عجیب بات ہے کہ عبداللہ بن ابی جس درجہ کا منافق اور دشمن اسلام تھا اس کے صاحبزادے کہ ان کا نام بھی عبداللہؓ تھا، اسی قدر اسلام

کے جان نثار تھے۔ آنحضرت ﷺ کی ناراضی کی بنا پر یہ خبر پھیل گئی تھی کہ آپ ﷺ عبداللہ بن ابی کے قتل کا حکم دینے والے ہیں۔ یہ سن کر وہ خدمت اقدس ﷺ میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ دنیا جانتی ہے کہ میں باپ کا کس قدر خدمت گزار ہوں۔ لیکن اگر یہ مرضی ہے تو مجھے ہی حکم ہو میں ابھی اس کا سر کاٹ لاتا ہوں۔ ایسا نہ ہو کہ آپ ﷺ کسی اور کو حکم دیں اور میں غیرت و محبت کے جوش میں آ کر قاتل کو قتل کر دوں۔ آپ ﷺ نے اطمینان دلایا کہ قتل کی بجائے میں اس پر مہربانی کروں گا۔ یہ ارشاد اس طرح پورا ہوا کہ جب وہ مرا تو کفن کیلئے آپ ﷺ نے خود پیراہن مبارک عنایت فرمایا، جنازہ کی نماز پڑھائی، حضرت عمرؓ نے دامن تھام لیا کہ منافق کے جنازہ کی نماز پڑھتے ہیں! لیکن دریائے کرم کا بہاؤ کون روک سکتا تھا۔

حضرت جویریہؓ کا واقعہ

لڑائی میں جو لوگ گرفتار ہوئے ان میں حضرت جویریہؓ بھی تھیں جو حارث بن ابی ضرار کی بیٹی تھیں۔ ابن اسحاق کی روایت ہے جو بعض حدیث کی کتابوں میں بھی ہے کہ تمام اسیران جنگ لونڈی غلام بنا کر تقسیم کر دیئے گئے۔ حضرت جویریہؓ حضرت ثابت بن قیسؓ کے حصے میں آئیں۔ انہوں نے حضرت ثابتؓ سے درخواست کی کہ مکاتبت کر لو یعنی مجھ سے کچھ روپیہ لے کر چھوڑ دو۔ حضرت ثابتؓ نے منظور کیا۔ حضرت جویریہؓ کے پاس روپیہ نہ تھا۔ چاہا کہ لوگوں سے چندہ مانگ کر یہ رقم ادا کر دیں۔ آنحضرت ﷺ کے پاس بھی آئیں۔ حضرت عائشہؓ بھی وہاں موجود تھیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا اگر اس سے بہتر برتاؤ تمہارے ساتھ کیا جائے تو قبول کرلوگی؟ انہوں نے پوچھا "وہ کیا ہے" آپ ﷺ نے فرمایا تمہاری طرف سے میں روپیہ ادا کر دوں اور تم کو اپنی زوجیت میں لے لوں حضرت جویریہؓ نے کہا "میں نے منظور کیا" آپ ﷺ نے تنہا وہ تمام رقم ادا کر دی اور ان سے شادی کر لی۔

یہ ابن اسحٰق کی روایت ہے جو ابن ہشام اور ابوداؤد دونوں میں موجود ہے لیکن دوسرے طریق روایت میں اس سے زیادہ واضح بیان مذکور ہے۔

اصل واقعہ یہ ہے کہ حضرت جویریہؓ کا باپ (حارث) رئیس عرب تھا۔ حضرت جویریہؓ جب گرفتار ہوئیں تو حارث آنحضرت ﷺ کی خدمت میں آیا اور کہا کہ میری بیٹی کنیز نہیں بن سکتی۔ میری شان اس سے بالاتر ہے۔ آپ ﷺ اس کو آزاد کر دیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا یہ بہتر نہ ہوگا کہ خود جویریہ کی مرضی پر چھوڑ دیا جائے حارث نے جا کر جویریہ سے کہا کہ "محمد ﷺ نے تیری مرضی پر رکھا۔ دیکھنا مجھ کو رسوا نہ کرنا" انہوں نے کہا "میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں رہنا پسند کرتی ہوں" چنانچہ آنحضرت ﷺ نے ان سے شادی کر لی۔

ابن سعد نے طبقات میں یہ روایت بھی کی ہے کہ حضرت جویریہؓ کے والد نے ان کا زر فدیہ بھی ادا کیا اور جب وہ آزاد ہو گئیں تو آنحضرت ﷺ نے ان سے نکاح کیا۔

اس نکاح کا اثر:۔

حضرت جویریہؓ سے جب آپ ﷺ نے نکاح کیا تو تمام اسیران جنگ جو اہل فوج کے حصہ میں آ گئے تھے دفعتہ رہا کر دیئے گئے۔ فوج نے کہا جس خاندان میں رسول اللہ ﷺ نے شادی کر لی وہ غلام نہیں ہو سکتا۔

دعائے مغفرت

1۔سیالکوٹ ظہورا سے سلسلہ عالیہ کی ساتھی خاتون کے والد محترم اور ساتھی امجد ناز کے سسر
2۔سمبڑیال کے سلسلہ عالیہ کے ساتھی محمد عباس کی زوجہ
3۔دارالعرفان چکوال سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی شوکت حیات کی والدہ محترمہ
4۔ڈسکہ (سیالکوٹ) سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی صوفی حاجی محمد اسلم
5۔فیصل آباد سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی فیاض احمد کی والدہ محترمہ
6۔فیصل آباد سے سلسلہ عالیہ کی ساتھی بیگم محمد سلیم کی والدہ محترمہ
7۔کوئٹہ سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی حاجی محمد نصیر

وفات پا گئے ہیں۔ ساتھیوں سے دعائے مغفرت کی درخواست کی جاتی ہے۔

زکوٰۃ کے فضائل واحکام

دارالافتاء مدرسہ تعلیمات قرآنیہ کراچی ۔ شائع کردہ ۔ صدیقی ٹرسٹ ۔ گارڈن ایسٹ ۔ کراچی

قرآن وحدیث میں زکوٰۃ نہ دینے پر سخت وبال آیا ہے۔

سورۂ توبہ میں اللہ جل شانہٗ فرماتے ہیں: "(جو شخص مال جمع کر کے اس کی زکوٰۃ ادا نہ کرے تو) قیامت کے دن ایسے شخص کیلئے آگ کی تختیاں دوزخ کی آگ میں گرم کر کے اس کے دونوں پہلوؤں، پیشانی اور پیٹھ کو داغا جائے گا۔ (التوبہ: 34-35) یہ عمل اس کیساتھ مسلسل ہوتا رہے گا۔

ایک حدیث کے مطابق اس کے مال کو گنجے زہریلے سانپ کی صورت میں اس کی گردن میں لپیٹ دیا جائے گا جو اس کے جبڑے نوچے گا اور کہے گا: "میں تیرا مال ہوں میں تیرا خزانہ ہوں۔" (کنزالعمال)

ارشاد نبوی ﷺ ہے: "جس نے اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کر دی یقیناً وہ اس مال کے شر سے محفوظ ہو گیا۔" (کنزالعمال: 128/6)

ارشاد نبوی ﷺ ہے: "اللہ تعالیٰ اس بندے کی نماز قبول نہیں فرماتے جو زکوٰۃ ادا نہیں کرتا جب تک وہ نماز اور زکوٰۃ دونوں ادا نہ کرنے لگے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں دونوں کو اکٹھا کر دیا ہے لہٰذا تم لوگ ان میں تفریق مت کرو!" (یعنی ایسا نہ کرو کہ نماز ادا کر رہے ہوں اور زکوٰۃ نہ دیتے ہوں یا زکوٰۃ دیتے ہوں اور نماز ادا نہ کرتے ہوں، بلکہ دونوں ہی اعمال کیا کرو!) (کنزالعمال: 129/6)

ارشاد نبوی ﷺ ہے: "زکوٰۃ کا منکر قیامت کے دن جہنم میں ہوگا۔" (کنزالعمال: 131/6)

ارشاد نبوی ﷺ ہے: "جب کوئی قوم زکوٰۃ ادا کرنا چھوڑ دیتی ہے تو اللہ اس قوم پر بارش برسانا بند کر دیتے ہیں۔ اگر یہ جانور نہ ہوں تو لوگوں پر ایک بوند بارش بھی نہ برسے"۔ (کنزالعمال: 131/6)

جو لوگ صاحب نصاب ہونے کے باوجود زکوٰۃ ادا نہیں کرتے انہیں ان احادیث میں ضرور غور کرنا چاہئے۔ بعض حضرات زکوٰۃ تو ادا کرتے ہیں لیکن اندازے سے ادا کرتے ہیں صحیح صحیح حساب نکالنے کی تکلیف گوارا نہیں کرتے، ایسا ہرگز نہیں کرنا چاہئے! خدانخواستہ اگر زکوٰۃ کم نکل گئی تو احادیث میں اس کا بھی سخت وبال آتا ہے۔

چنانچہ حدیث میں آتا ہے: "جب مال میں زکوٰۃ کی رقم شامل ہو جائے یعنی کچھ زکوٰۃ نکالنا باقی رہ جائے تو وہ مال انسان کیلئے تباہی اور ہلاکت کا سبب ہے۔" (کنزالعمال)

اللہ جل شانہٗ ہمیں اپنے مال کی صحیح زکوٰۃ ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے! (آمین)

اب زکوٰۃ کے مسائل ملاحظہ فرمائیں!

احکام:...... زکوٰۃ کس پر واجب ہے؟

ہر وہ بالغ مسلمان مرد یا عورت جس کے پاس قرضوں کو الگ کرنے کے بعد "نصاب زکوٰۃ" کے برابر قابل اشیاء (کل یا بعض) مہیا ہو جائیں تو قمری سال پورا ہوتے ہی اس پر 2.5% یعنی چالیسواں حصہ زکوٰۃ فرض ہے۔ (شامی: 5/2, 30-31)

قابل زکوٰۃ اشیاء صرف چار ہیں:

(۱) سونا (۲) چاندی

(۳) نقدی   (۴) مال تجارت

اگر آپ کے پاس صرف سونا ہی سونا ہے۔ سونے کے علاوہ بقیہ تین چیزوں میں سے کچھ بھی نہیں ہے تو ساڑھے سات تولہ 87.48 گرام (یعنی تقریباً 88 گرام) سونا ہونے کی صورت میں زکوٰۃ فرض ہے اس سے کم ہونے کی صورت میں آپ پر زکوٰۃ فرض نہیں۔ اگر آپکے پاس سونے کیساتھ بقیہ چیزوں میں سے کچھ بھی ہو مثلاً 2 روپے ہوں تو زکوٰۃ اس وقت واجب ہوگی جب ان کے مجموعے کی قیمت ساڑھے باون تولہ 612.36 گرام (یعنی تقریباً 613 گرام) چاندی کے برابر ہو۔

اگر آپ کے پاس صرف چاندی ہے یا صرف نقدی یا مال تجارت ہے مذکورہ چاروں اشیاء یا ان میں سے بعض کا مجموعہ ہے تو اس میں بھی زکوٰۃ واجب ہونے کا وہی فارمولا ہے کہ ان کی قیمت ساڑھے باون تولہ (612.36 گرام) چاندی کی قیمت کے برابر ہو جائے۔ چونکہ عموماً یہ صورت کم ہی پیش آتی ہے کہ کسی کے پاس صرف سونا ہو اس کے ساتھ کچھ بھی نہ ہو اس لئے بقیہ صورتوں کا لحاظ کرتے ہوئے ساڑھے باون تولہ (612.36 گرام) چاندی کی قیمت کو ہی ''نصاب زکوٰۃ'' کہہ دیتے ہیں اور اس نصاب کے حامل کو ''صاحب نصاب'' کہتے ہیں۔ (شامی:11/2)

ان چیزوں پر زکوٰۃ ہے:

☆ سونا اور چاندی جس شکل میں بھی ہوں ان پر زکوٰۃ واجب ہے، چاہے یہ استعمال میں ہوں یا حفاظت سے رکھے ہوئے ہوں۔

☆ بینک بیلنس، امانت، پارٹیوں پر بقایا، غیر ملکی کرنسی، ڈرافٹ، چیک، بچت سرٹیفکیٹ، دیا ہوا قرض، ان سب پر زکوٰۃ واجب ہے۔

☆ انشورنس پالیسی اور بانڈ میں اپنی اصل حلال رقم پر زکوٰۃ ہے، زائد ملنے والی رقم سود اور جوا ہے، اس پر زکوٰۃ نہیں۔

☆ اگر B.C نہ کھلی ہو تو جمع شدہ ساری قسطوں پر بھی زکوٰۃ واجب ہے۔

☆ حج و عمرہ، شادی، جہیز، مکان کی تعمیر اور گھر کے ماہانہ اخراجات کیلئے جمع شدہ رقم پر بھی زکوٰۃ واجب ہے۔ (فتاویٰ عثمانی)

ان چیزوں پر زکوٰۃ نہیں ہے:

☆ جو بھی چیز استعمال کی نیت سے خریدی جائے اس پر زکوٰۃ نہیں۔ اگر شروع میں تجارت کی نیت ہو پھر نیت استعمال کی جائے تب بھی زکوٰۃ واجب نہیں۔

☆ اگر یہ نیت ہو کہ قیمت بڑھ گئی تو پلاٹ بیچ دیں گے اور قیمت نہ بڑھی تو استعمال کرلیں گے تو ایسے پلاٹ پر بھی زکوٰۃ واجب نہیں۔

☆ یوٹیلٹی بلز، فون، بجلی، گیس، پانی کے بلز، واجب الادا کرایہ، واجب الادا پیمنٹس، تمام ٹیکسز یہ سب قرض ہیں، ان پر زکوٰۃ نہیں۔

☆ مہر معجّل (نقد) ہونے کی صورت میں اگر بیوی کو ابھی تک مہر نہ دیا ہو تو مہر کے برابر رقم بھی شوہر پر قرض ہے، اس پر بھی زکوٰۃ واجب نہیں، مہر جلد از جلد ادا کرے۔

☆ ملازمین اور مزدوروں کی تنخواہ ان کے مالک پر قرضہ ہے۔ مالک، ان کی تنخواہوں کو الگ کر کے زکوٰۃ کا حساب کرے۔

☆ گزشتہ جتنے سالوں کی زکوٰۃ ادا نہیں کی، اتنے سالوں کی زکوٰۃ بھی قرض ہے۔ اتنی رقم کی دوبارہ زکوٰۃ نہیں دی جائے گی۔

☆ ایڈوانس کی زکوٰۃ کرایہ دار پر ہے، مالک مکان پر نہیں۔

☆ B.C اگر کھل گئی ہو تو جتنی قسطیں جمع کرائی ہیں اتنی رقم کے علاوہ بقیہ سب رقم قرضہ ہے، اس پر زکوٰۃ واجب نہیں۔ مثلاً ایک لاکھ کی B.C کے بیس ممبرز ہیں، آپ کی B.C دسویں نمبر پر کھل گئی اور دس کمیٹیاں باقی ہیں تو ایک لاکھ میں سے پچاس ہزار آپ پر قرضہ ہے، اس پر زکوٰۃ نہیں ہے اور پچاس ہزار آپ کے ذاتی ہیں، اس لیے اس کو زکوٰۃ کے حسب میں شامل کرلیں گے۔

☆ ضروریات زندگی کی تمام اشیاء، فرنیچر، ڈنر سیٹ، گاڑی،

رہائشی مکان، پہننے کے کپڑے، کتابیں، پیشے کے آلات، مشینری، ان سب پر زکوٰۃ واجب نہیں۔

☆ جو اشیاء روزمرہ استعمال میں نہ آتی ہوں اور وہ تجارت کے لئے بھی نہ ہوں تو ان پر بھی زکوٰۃ واجب نہیں۔ (ہدایہ، شامی)

مالِ تجارت کیا ہے؟

ہر وہ چیز مال تجارت ہے جو بیچ کر نفع کمانے کی نیت سے خریدی گئی ہو اور یہ نیت ابھی تک برقرار ہو، خواہ اس چیز کو اسی شکل میں بیچنا ہو یا اس سے کچھ اور بنا کر، اگر چیز خریدی ہی نہیں گئی بلکہ وراثت، وصیت یا ہبہ وغیرہ سے حاصل ہوئی ہے یا خریدی ہے تو لیکن بیچنے کی نیت سے نہیں اگرچہ اب بیچنے کی نیت کر لی ہو، یا بیچنے کی نیت سے خریدی تھی لیکن اب نیت بدل گئی تو ایسا مال مال تجارت نہیں کہلائے گا۔ (بعض فقہا کے نزدیک وصیت اور گفٹ کے ذریعے ملکیت میں آنے والے اموال میں تجارت کی نیت شروع سے ہو تو ان پر زکوٰۃ واجب ہے۔ (شامی:15,14/2، فتح القدیر:125/2)

تاریخ یاد رکھنے کا اہتمام:

چاند کی جس تاریخ کو زکوٰۃ کے نصاب کے بقدر مال جمع ہوا مثلاً یکم محرم، اس تاریخ کو یاد رکھنا ضروری ہے کیونکہ سال گزرنے کے بعد جب یہی تاریخ دوبارہ آئے گی تو آپ پر زکوٰۃ واجب ہوگی اور ہر سال اسی تاریخ کو زکوٰۃ واجب ہوا کرے گی۔ اکثر لوگوں کو یہ تاریخ یاد نہیں ہوتی اس لئے مجبوری کی وجہ سے وہ اپنے لئے ایسی تاریخ مقرر کر سکتے ہیں جس میں ان کیلئے حساب لگانا آسان ہو اور پھر ہر سال اسی تاریخ کو زکوٰۃ ادا کیا کریں البتہ احتیاطاً کچھ زیادہ ادا کریں تاکہ کمی بیشی پوری ہو جائے۔ (شامی: 5/2، احسن الفتاویٰ) (فقہی مقالات: 162-161/3)

سال کے درمیان نصاب پورا ہونا ضروری نہیں:

نصاب پر زکوٰۃ واجب ہونے کیلئے سال کی پہلی اور آخری تاریخ کو صاحب نصاب ہونا ضروری ہے۔ سال کے بقیہ درمیانی عرصے میں نصاب پورا ہونا ضروری نہیں۔ اگر سال کے درمیانی عرصے میں نصاب کم زیادہ ہوتا رہے تو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ مثلاً: اگر کسی کے پاس پچھلے سال یکم محرم کو ایک لاکھ روپے صافی رقم تھی اور اس سال یکم محرم کو بھی ایک لاکھ روپے یا اس سے زائد صافی رقم ہوگی تو اس پر زکوٰۃ واجب ہے۔ سال کے بقیہ ایام میں ایک لاکھ روپے سے کم و بیش ہوتے رہے تو اس کو نہیں دیکھا جائے گا۔ (شامی:36/2)

سال کے درمیان نصاب بڑھ جائے:

صاحب نصاب شخص کے پاس سال کی پہلی اور آخری تاریخ کو نصاب پورا ہوا اور درمیانی عرصے میں اضافی رقم آجائے اگرچہ آخری سے ایک دن پہلے آئے تو اس اضافی رقم کی بھی زکوٰۃ ادا کرنا ضروری ہے اس اضافی رقم پر الگ سے سال گزرنا شرط نہیں۔ مثلاً: ایک شخص نے یکم محرم 1432ھ کو 50 ہزار روپے کی زکوٰۃ ادا کی تھی، یکم محرم 1433ھ سے اگر ایک دن پہلے مزید 30 ہزار روپے ملکیت میں آگئے تو یکم محرم 1433ھ کو 80 ہزار روپے کی زکوٰۃ ادا کی جائے گی۔ 30 ہزار روپے پر الگ سے سال گزرنا شرط نہیں۔ (شامی:2/25-26)

ملکیت اور قبضہ دونوں شرط ہیں:

زکوٰۃ واجب ہونے کی ایک شرط یہ ہے کہ نصاب کے بقدر مال کی ملکیت مکمل طور پر آجائے۔ انتقال ملکیت اور قبضہ ان دو چیزوں سے مکمل ملکیت ثابت ہوتی ہے۔ لہٰذا جو اموال ملکیت میں آچکے ہوں یعنی ان کی پیمنٹ ادا کر دی گئی ہو لیکن قبضہ میں نہ ہوں ان پر زکوٰۃ واجب نہیں، مثلاً گروی رکھی ہوئی چیز، عورت کیلئے اس کا مہر وغیرہ۔ اسی طرح وہ اموال جن پر قبضہ ہو لیکن وہ اس کی ملکیت نہ ہو تو اس پر بھی زکوٰۃ نہیں، مثلاً مقروض کیلئے قرضہ کی رقم۔ (شامی:8,7,5/2 جدید فقہی مسائل:43/2)

....

دکان کے اسٹاک کی زکوٰۃ کس قیمت کے اعتبار سے دی جائے؟

دکان وغیرہ کے سارے اسٹاک پر زکوٰۃ واجب ہے۔ البتہ زکوٰۃ کس قیمت فروخت کے اعتبار سے دی جائے گی؟ اس میں تین باتیں جائز ہیں:

(۱) ریٹیل پرائز (عام گاہک کو جس قیمت پر چیز فروخت کی جاتی ہے اس) کے اعتبار سے قیمت لگائی جائے۔

(۲) ہول سیل پرائز کے اعتبار سے قیمت لگائی جائے۔

(۳) دکان کے سارے اسٹاک کو اکٹھا فروخت کرنے کی صورت میں ملنے والی قیمت لگائی جائے۔ تاہم احتیاط اس میں ہے کہ ہول سیل پرائز کے حساب سے اس کی زکوٰۃ ادا کی جائے۔ (فقہی مقالات: 150/3)

زکوٰۃ موجودہ مارکیٹ ریٹ کے لحاظ سے واجب ہوگی:

جس تاریخ کو زکوٰۃ واجب ہو اس دن کی مالیت کے اعتبار سے زکوٰۃ کا حساب کیا جائے گا جس دن اشیاء زکوٰۃ ملکیت میں آئی ہوں اس کے اعتبار سے نہیں۔ مثلاً: تجارت کی نیت سے پلاٹ چار سال پہلے 20 لاکھ میں خریدا تھا تو زکوٰۃ 20 لاکھ کے اعتبار سے نہیں بلکہ آج پلاٹ کا جو مارکیٹ ریٹ ہوگا اس کے اعتبار سے زکوٰۃ واجب ہوگی۔

گزشتہ سالوں کی زکوٰۃ کس ریٹ سے دی جائے؟

زکوٰۃ کا نصاب اگر نقد رقم یا دکان کے اسٹاک وغیرہ کی وجہ سے بنا ہو تو ان کی زکوٰۃ رقم اور اسٹاک کی اس قیمت کے اعتبار سے ادا کی جائے گی جو زکوٰۃ واجب ہونے کی تاریخ کو تھی۔ جس دن زکوٰۃ ادا کی جا رہی ہے اس دن کی قیمت سے نہیں اور اگر زکوٰۃ کا نصاب سونے چاندی یا ان کے زیورات سے بنا ہو تو ان کی زکوٰۃ پہلے کے برعکس ادائیگی زکوٰۃ کے دن کی قیمت کے اعتبار سے دی جائے گی۔ جس تاریخ کو زکوٰۃ واجب ہوئی تھی اس تاریخ کی قیمت کے حساب سے نہیں۔ مثلاً: ایک شخص نے دس سال پہلے اپنے دکان کے اسٹاک کی زکوٰۃ ادا نہ کی تھی تو وہ اس سال اس کی زکوٰۃ دس سالہ پرانی قیمت کے اعتبار سے دے گا موجودہ قیمت کے اعتبار سے نہیں۔ لیکن کسی عورت نے دس سال پہلے 10 تولہ سونے کی زکوٰۃ ادا نہیں کی تھی تو وہ آج اس کی زکوٰۃ موجودہ وقت کے حساب سے دے گی۔ سونے کی دس سالہ پرانی قیمت کے حساب سے نہیں۔ (فتاویٰ عثمانی)

لیے ہوئے قرضوں پر زکوٰۃ:

لیے ہوئے قرضوں کی دو قسمیں ہیں:

(الف) معمول کے قرضے جن کو انسان اپنی ذاتی ضروریات کیلئے مجبوراً لیتا ہے۔ ان قرضوں پر زکوٰۃ نہیں۔

(ب) تجارتی قرضے جو کاروباری اغراض مثلاً فیکٹری لگانے یا مشینریاں خریدنے کیلئے، لئے جاتے ہیں۔ ان کا حکم یہ ہے کہ اگر ان قرضوں سے قابل زکوٰۃ اشیاء خریدی گئی ہیں مثلاً خام مال وغیرہ تو ان پر زکوٰۃ نہیں کیونکہ اس خام مال کی زکوٰۃ ویسے بھی دینا ہی ہوگی اور اگر غیر قابل زکوٰۃ اشیا خریدی گئی ہیں مثلاً: مشینری، بلڈنگ وغیرہ تو ان قرضوں کی زکوٰۃ دینی چاہئے۔ (فقہی مقالات: 3/551-157)

قرضوں کی قسمیں:

دیے ہوئے قرضوں کی تین قسمیں ہیں:

(الف) دَین قوی: سونا، چاندی، نقدی یا مال تجارت کسی کو بیچا ہو اور اس کی پیمنٹ باقی ہو تو اس کو دَینِ قوی کہتے ہیں۔

(ب) دَینِ متوسط: مذکورہ چار چیزوں کے علاوہ کوئی اور چیز مثلاً استعمال کے برتن، کپڑے کسی کو بیچے ہوں اور رقم کی وصولی باقی ہو تو اس کو دَینِ متوسط کہتے ہیں۔

(ج) دَینِ ضعیف: جو مذکورہ دو قسموں میں سے نہ ہے مثلاً: بیوی کیلئے اس کا مہر، پراویڈنٹ فنڈ، ملازم کیلئے اس کی اجرت وغیرہ تو اس کو دَینِ ضعیف کہتے ہیں۔

دینِ ضعیف پر گزشتہ سالوں کی زکوٰۃ واجب نہیں، جس سال وصول ہوا اس سال سے وہ قابل زکوٰۃ اموال میں شمار ہوگا۔ بقیہ دونوں قسم کے قرضوں کا حکم یہ ہے کہ دو تین سال بعد یہ قرضے وصول ہوں اور نصاب کے برابر ہوں تو گزشتہ سالوں کی زکوٰۃ، وصولی کے وقت واجب ہوگی۔ (دینِ قوی کے بارے میں مزید تفصیل مفتیانِ کرام سے معلوم کی جاسکتی ہے) آسانی اس میں ہے کہ ان دونوں قرضوں کے وصول ہونے سے پہلے ہی دوسرے اموال زکوٰۃ کے ساتھ ہر سال ان کی بھی زکوٰۃ ادا کردی جائے۔ (شامی:38/2، احسن الفتاویٰ)

بینک کا زکوٰۃ کاٹنا:

سودی بینک اور مالیاتی ادارے زکوٰۃ کی مد میں جو رقم کاٹتے ہیں اس سے زکوٰۃ ادا ہوتی ہے یا نہیں؟ اس میں علماء کا اختلاف ہے اس لئے احتیاط اس میں ہے کہ ان میں رکھی رقم کی زکوٰۃ خود ادا کی جائے۔

فکسڈ ڈپازٹ پر زکوٰۃ:

سودی بینک میں رقم جمع کرانے کا ایک طریقہ فکسڈ ڈپازٹ ہے، اس کی صورت یہ ہے کہ رقم کو بینک میں ایک مخصوص مدت تین، پانچ یا سات سال کیلئے اس شرط پر رکھتے ہیں کہ مدت مقررہ سے پہلے یہ رقم ناقابل واپسی ہوتی ہے، اس مدت کی تکمیل پر یہ رقم ایک مقررہ شرح سود کے ساتھ واپس مل جاتی ہے، اس پر جو سود ملتا ہے وہ تو ناجائز اور حرام ہونے کی وجہ سے بلانیت ثواب صدقہ کرنا ضروری ہے، اصل جمع شدہ رقم پر زکوٰۃ واجب ہے لیکن اس کی ادائیگی وصولی کے ساتھ ہی واجب ہوگی، وصول ہونے سے پہلے ادائیگی واجب نہیں، جائز ہے، لہٰذا اگر وصولی سے پہلے کسی نے زکوٰۃ ادا کردی تو بھی ادا ہوجائے گی۔ (احسن الفتاویٰ)

بینک میں جمع شدہ رقوم پر زکوٰۃ:

بینک میں جمع کردہ رقوم پر بھی زکوٰۃ واجب ہے، سال گزرنے پر دیگر اموال کے ساتھ ان کی زکوٰۃ بھی ادا کی جائے، فکسڈ ڈپازٹ کے علاوہ دیگر اکاؤنٹس جن میں ہر وقت رقم نکلوانے کا اختیار ہوتا ہے ان میں وصولی کا انتظار نہ کرے۔

کرایے کی اشیاء پر زکوٰۃ:

جن چیزوں کو کرایے پر دے کر نفع حاصل کیا جاتا ہے، مثلاً: دکان، مکان، گاڑی، زمین وغیرہ۔ ان کا حکم یہ ہے کہ خود ان اشیاء پر زکوٰۃ نہیں بلکہ اس سے ملنے والی آمدنی پر زکوٰۃ واجب ہے۔

قیمتی پتھر اور نگینوں پر زکوٰۃ:

سونے اور چاندی کے زیور اگر تجارت کیلئے ہوں تو نگینوں وغیرہ کی قیمت بھی قابل زکوٰۃ ہے اور اگر استعمال کیلئے ہیں تو نگینوں اور بناوٹ وغیرہ کی قیمت قابل زکوٰۃ نہیں۔ اسی طرح ہیرے جواہرات اور قیمتی پتھر اگر تجارت کی غرض سے نہ ہوں تو ان پر زکوٰۃ واجب نہیں (ہدایہ، شامی)

جن قرضوں کی وصولی کی امید نہیں:

دوسروں کے ذمے آپ کے وہ قرضے جن کی وصولی کی امید نہ رہی ہو پر زکوٰۃ واجب نہیں۔ (ہدایہ، شامی)

شیئرز پر زکوٰۃ:

کمپنی کے شیئرز اگر مہنگا ہونے پر بیچنے (Capital Gain) کیلئے خریدے ہیں تو ان کی پوری بازاری قیمت (Market Value) پر زکوٰۃ واجب ہے اور اگر سالانہ منافع حاصل کرنے کیلئے رکھے ہوئے ہیں تو کمپنی کے کل اثاثوں میں قابل زکوٰۃ اثاثوں کی جو نسبت ہے زکوٰۃ فرض ہے، لیکن احتیاطاً پوری مارکیٹ ویلیو لگا لینا مناسب ہے۔ (فقہی مقالات: 152/3-153)

زکوٰۃ ادا کرنے کا طریقہ:

زکوٰۃ ادا کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ آپ پہلے قابل زکوٰۃ اشیاء کی مارکیٹ ویلیو کے اعتبار سے مجموعی لاگت نکال لیں اور پھر تمام لیے ہوئے قرضہ جات، ملازمین کی تنخواہیں، جملہ اقسام کے ٹیکسز اور بلز،

واجب الادا کرایہ، بیوی کا مہر، مکان یا سامان وغیرہ کی پیمنٹس، بی سی اگر بل چکی ہوتو اس کی بقیہ اقساط، ان سب کا مجموعہ رقم کی صورت میں نکالیں اور اس کو قابل زکوٰۃ اشیاء کی مجموعی لاگت سے منہا (مائنس) کر دیں، جو رقم بچے وہ صافی رقم ہے اگر یہ صافی رقم "نصاب زکوٰۃ" یعنی ساڑھے باون تولہ (612.36 گرام) چاندی کے برابر یا زائد ہوتو صافی رقم کو کیلکولیٹر پر 40 سے تقسیم کر دیں جتنی رقم جواب میں آئے اسے زکوٰۃ کے طور پر ادا کر دیں۔

زکوٰۃ کا خود تشخیصی فارم:

سب سے پہلے زکوٰۃ واجب ہونے کی قمری تاریخ کا تعین کر لیں۔ اگر قمری تاریخ یاد نہ ہوتو غور وفکر کے بعد جس تاریخ کی طرف زیادہ رجحان ہو وہ متعین ہوگی اگر کسی طرف رجحان بھی نہ ہوتو خود کوئی قمری تاریخ متعین کر لیں! زکوٰۃ واجب ہونے کی قمری/اسلامی تاریخ...... اس تاریخ کو ملکیت میں موجود قابل زکوٰۃ اشیاء کی مارکیٹ ریٹ کے مطابق مالیت کا تعین درج ذیل طریقے سے کیجئے:

قابل زکوٰۃ اشیاء کی مالیت:

رقم

1۔ سونا: چاہے کسی شکل میں اور کسی بھی مقصد کیلئے ہو (نگینہ اور بنانے کی اجرت نکال کر)..................

2۔ چاندی: چاہے کسی شکل میں اور کسی بھی مقصد کیلئے ہو..........

3۔ نقدی:

......ہاتھ میں، بینک بیلنس، کسی کے پاس امانت..............

......دیا ہوا قرض نقد یا مال/پارٹیوں پر بقایا..............

......غیر ملکی کرنسی (موجودہ ریٹ سے)..............

......بانڈ کی صورت میں..............

نقد پذیر مالی دستاویزات جیسے ڈرافٹ، چیک..............

......بل آف ایکسچینج اور گورنمنٹ سیکورٹیز وغیرہ..............

......پرائیوڈنٹ فنڈ اگر وصول ہو گیا ہو..............

......بچت سرٹیفکیٹ NIT Units..............

......بچت سرٹیفکیٹ مثلاً:NDFC ....

......بچت سرٹیفکیٹ مثلاً:FEBC..............

......انشورنس پالیسی میں اپنی اصل جمع شدہ رقم..............

...... مستقبل کے کسی بھی مقصد مثلاً: شادی، حج وغیرہ کیلئے جمع شدہ رقم ....

4۔ سامان تجارت:

......خام مال کی مالیت (فیکٹری یا دکان میں)..............

......تیار مال کی قیمت فروخت (فیکٹری یا دکان میں)..............

......دکان کے اسٹاک کی قیمت فروخت..............

......کمپنیوں کے شیئرز کی بازاری قیمت..............

......بیچنے کی نیت سے لی گئی زمین، مکان، دکان وغیرہ..............

......کاروبار میں شراکت (قابل زکوٰۃ اثاثوں کی مالیت)..............

......دیگر ایسی اشیاء اور جائیداد جنہیں نفع پر بیچنے کی نیت سے خریدا ہو اور اب تک یہ نیت برقرار ہو..............

مجموعہ

مالی واجبات جو قابل زکوٰۃ اشیاء کی رقم سے مائنس کرنی ہیں اگر قرضہ لیا ہوا ہے..............

بیوی کا مہر اگر ادا نہ کیا ہو (جلد از جلد ادا کر دیں)..............

B.C کمیٹی کے بقایا (جبکہ یہ کمیٹی مل چکی ہے)..............

یوٹیلٹی بلز، فون، بجلی، گیس وغیرہ کے بل جو اب تک واجب الادا ہیں ....

پارٹیوں کی پیمنٹس..............

ملازمین کی تنخواہیں..............

مکان، دکان وغیرہ کا واجب الادا کرایہ..............

گزشتہ سالوں کی زکوٰۃ جوادا نہ کی گئی ہو..........................

مجموعہ

کل مال زکوٰۃ(رقم)..........................

مائنس شدہ رقم..........................

قابل زکوٰۃ صافی رقم..........................

واجب الاداز کوٰۃ......40% =x2.5/100

زکوٰۃ کا نصاب: ساڑھے باون تولے چاندی=613 گرام ہے(اس سال 2011ء میں 613 گرام چاندی کی قیمت تقریباً65 ہزار روپے ہے۔)

زکوٰۃ کی شرح:

کل قابل زکوٰۃ اموال کا چالیسواں حصہ=ڈھائی فیصد=2.5%

☆☆......☆☆......☆☆

زکوٰۃ کے مصارف:

ہر وہ مسلمان جو سید یا ہاشمی نہ ہو اور اس کی ملکیت میں ساڑھے باون تولے(612.36 گرام) چاندی یا اس کی مالیت کے بقدر سونا نقد رقم، مال تجارت اور روز مرہ کی استعمال سے زائد اشیاء نہ ہوں وہ زکوٰۃ اور صدقات واجبہ کا مستحق ہے۔(شامی:2/70-74)

جن لوگوں کو زکوٰۃ دینا کسی حال میں جائز نہیں:

زکوٰۃ صدقۃ الفطر کی رقم اپنے''اصول''یعنی جن سے پیدا ہوا ہے،یعنی ماں،باپ،دادا،دادی،نانا،نانی وغیرہ اور''فروع''یعنی اولاد، پوتا،پوتی،نواسہ،نواسی وغیرہ کو نہیں دی جاسکتی۔بیوی شوہر کو،شوہر بیوی کو نہیں دے سکتا۔اسی طرح غیر مسلم کو بھی زکوٰۃ اور صدقات واجبہ نہیں دے سکتے۔(شامی:2/73-73)

مسئلہ: زکوٰۃ وصدقۃ الفطر کی ادائیگی کیلئے ضروری ہے کہ زکوٰۃ صدقہ کی نیت سے مستحق کو رقم وغیرہ کا مالک بنایا جائے۔زبان سے کہنا ضروری نہیں۔دل میں نیت کر لینا کافی ہے۔(ہدایہ)

زکوٰۃ الگ کرتے وقت نیت کافی ہے:

زکوٰۃ کی ادائیگی کیلئے زکوٰۃ کی نیت ہونا ضروری ہے،اگر زکوٰۃ کی رقم جدا کرتے وقت نیت کر لی جائے تو بھی کافی ہے۔اگرچہ دیتے وقت نیت نہ ہو۔ہاں!دیتے وقت زکوٰۃ کے علاوہ کسی دوسری چیز کی نیت کرے،مثلاً قرض وغیرہ تو پھر زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی۔(شامی:2/11-12)

زکوٰۃ کا بہترین مصرف:

زکوٰۃ کا بہترین مصرف(اصول وفروع کے علاوہ) آپ کے مستحق رشتہ دار ہیں اس میں دہرا ثواب ہے صلہ رحمی کا اور ادائیگی زکوٰۃ کا دوسرے نمبر پر بہترین مصرف دینی مدارس ہیں اس میں بھی دگنا ثواب ہے اشاعت دین کا اور ادائیگی زکوٰۃ کا۔

مسئلہ: اگر کسی مستحق زکوٰۃ کو انعام یا ہدیہ کے نام سے کچھ دیا مگر دل میں یہی نیت ہے کہ میں زکوٰۃ دیتا ہوں تب بھی زکوٰۃ ادا ہوگئی۔(بہشتی زیور)

زیور کی زکوٰۃ بیوی کے ذمہ ہے:

واضح رہے کہ جو شخص صاحب نصاب ہے وہ اپنی زکوٰۃ کا ذمہ دار خود ہے،کوئی نہیں۔مثلاً:بیوی نصاب کے بقدر زیورات کی مالک ہو تو اس کی زکوٰۃ خود مالک کے ذمہ ہے،اس کے شوہر یا والد پر نہیں،ہاں اگر شوہر بیوی طرف سے اس کے علم میں لا کر اس کے زیورات کی زکوٰۃ ادا کردے تو زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔(فقہی مقالات:3/163)

قرض معاف کرنے سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی:

کسی غریب آدمی پر آپ کی کچھ رقم قرض ہے اور آپ کے مال کی زکوٰۃ بھی اتنے ہی روپے یا اس سے زیادہ ہے،اس کو اپنا قرض زکوٰۃ کی نیت سے معاف کر دیا تو زکوٰۃ ادا نہیں ہوئی،البتہ اس کو وہ رقم زکوٰۃ کی نیت سے دے دی تو زکوٰۃ ادا ہوگئی،اب یہی روپے اپنے قرض میں اس سے لینا درست ہے۔یہ بات کہ خود اس قرض کی بھی زکوٰۃ ادا ہوگی یا نہیں؟تو جواب

یہ ہے کہ اس کی زکوٰۃ ساقط ہوجائے گی۔ (بہشتی زیور)

وکیل کا زکوٰۃ کی رقم میں تصرف کرنا:

کسی غریب کو دینے کیلئے آپ نے کچھ رقم کسی کو دی لیکن اس نے بعینہ وہی رقم فقیر کو نہیں دی جو آپ نے دی تھی، بلکہ اپنے پاس سے اتنی رقم آپ کی طرف سے دے دی اور یہ سوچا کہ وہ رقم میں رکھ لوں گا، تب بھی زکوٰۃ ادا ہوگئی، بشرطیکہ آپ کی رقم اس کے پاس موجود ہو اور اب وہ شخص اپنی رقم کے بدلے میں آپ کی وہ رقم لے لے، البتہ اگر آپ کی دی ہوئی رقم اس نے پہلے خرچ کردی، اس کے بعد اپنی رقم غریب کو دی، تو زکوٰۃ ادا نہیں ہوئی یا آپ کی رقم اس کے پاس رکھی ہوئی ہے لیکن اپنی رقم دیتے وقت یہ نیت نہ تھی کہ میں وہ رقم لے لوں گا تب بھی زکوٰۃ ادا نہیں ہوئی۔ (بہشتی زیور)

وکیل کا زکوٰۃ کی رقم اپنے رشتہ دار کو دینا یا خود لینا:

کسی نے ایک شخص کو زکوٰۃ ادا کرنے کیلئے کچھ رقم دی تو اس کو اختیار ہے، چاہے خود کسی غریب کو دے دے یا کسی اور کے سپرد کردے کہ آپ یہ رقم زکوٰۃ میں دے دینا، نام بتانا ضروری نہیں کہ فلاں کی طرف سے یہ زکوٰۃ دینا اور وہ شخص وہ رقم اگر اپنے کسی رشتہ دار یا ماں باپ کو غریب دیکھ کر دے دے تو بھی درست ہے، لیکن اگر وہ خود غریب ہو تو خود لے لینا درست نہیں، البتہ اگر رقم دینے والے نے یہ کہہ دیا کہ جو چاہو کرو اور جسے چاہو دے دو تو خود بھی لینا درست ہے۔ (بہشتی زیور)

مدِ زکوٰۃ سے کلینک / ہسپتال چلانا:

دواخانہ میں مدِ زکوٰۃ اور قربانی کی کھالوں کا مصرف صرف یہ ہے کہ اس رقم سے دوائیں خرید کر مستحق کو دے دی جائیں یا ہسپتال کا بل مستحق کو ادا کردیا جائے۔ اس مد سے ڈاکٹروں اور کارکنوں کی تنخواہیں، مکان کا کرایہ، تعمیرات اور فرنیچر وغیرہ پر خرچ کرنا جائز نہیں، اس سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی۔

سیلاب زدگان کو زکوٰۃ دینا:

قدرتی آفات، سیلاب وغیرہ میں آفت زدہ لوگوں کی امداد مدِ زکوٰۃ سے کرنا صحیح ہے، بشرطیکہ یہ ظنِ غالب ہو کہ وہ لوگ مستحق زکوٰۃ ہیں یعنی اس کے پاس نصاب زکوٰۃ کے برابر کوئی چیز نہیں، نیز ان کو زکوٰۃ کی رقوم یا اشیائے کا مالک بنادیا جائے، اگر ان کی ملکیت میں نہیں دیا، بلکہ ویسے ہی ان پر خرچ کیا گیا تو زکوٰۃ ادا نہ ہوگی، اسی طرح اگر کھانا بٹھا کر کھلایا گیا تو زکوٰۃ ادا نہ ہوئی، کھانے کو ان کی ملک میں دینا ضروری ہے، پھر اگر وہ چاہیں تو اکٹھا بیٹھ کر کھائیں، چاہیں تو ساتھ لے جائیں۔

(بشکریہ ماہنامہ ''زادالسعید'' کراچی اگست 2011ء)

بقیہ لیلۃ القدر صفحہ 15 سے آگے

کونسی ادا اسے پسند آجائے کب لب ہلیں اور وہ قبول فرمالے اس کی ہماری پاس کوئی سند نہیں لہٰذا ہر لفظ کی نگرانی کرو، ہر نگاہ کی نگرانی کرو، ہر عمل کی نگرانی کی جائے اور فرمایا! یہ ساری نعمتیں رب العالمین من امر ربہم رب پالنہار ہے، رب اسے کہتے ہیں جو ساری مخلوق کی تمام ضرورتیں ہر وقت ہر آن ہر جگہ پوری کررہا ہے۔ فرمایا! یہ اس کی شانِ ربوبیت ہے کہ بڑی بڑی نعمتیں، دردوں جیسے انعامات دے کر، عشق الٰہی جیسے جذبات دے کر، طلب الٰہی جیسی کیفیات دے کر، فرشتوں اور ارواح کو بھیج دیتا ہے اور وہ بانٹنا چاہتے ہیں۔ اب کسی نے اپنے ہاتھ ہی باندھ رکھے ہوں تو کسی نے اپنا دامن ہی پھاڑ رکھا ہو تو یہ قصور ان کا تو نہیں لینے والا کا ہے اور جنہوں نے اپنے دامن بچا کے رکھے ہیں۔ پھیلا کے رکھے ہیں، بھر جاتے ہیں، مِن کُلِّ اَمْرٍ سلٰم فرمایا! کس شعبہ زندگی میں سلامتی ملتی ہے؟ فرمایا! شعبہ زندگی نہیں زندگی کے ہر شعبے میں، موت میں، بعد الموت میں، مِنْ کُلِّ اَمْرٍ سلٰم ہر شعبے میں سلامتی تقسیم ہوتی ہے اور بٹتی رہتی ہے ھِیَ حَتّٰی مَطْلَعِ الْفَجْرِ جب تک فجر طلوع نہیں ہوتی یہ بٹتی رہتی ہے تقسیم ہوتی رہتی ہے اب یہ ہمیں دیکھنا ہے کہ ہمارے دامن میں کیا آیا، ہم نے کیا پایا، کچھ پا بھی سکے کہ نہیں۔ یہ دیکھنا ہماری ذمہ داری ہے، ہم خود اپنا خیال کریں، احساس کریں، ادراک کریں کہ مجھے کرنا کیا چاہیے کر کیا رہا ہوں۔ وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

خواتین کا صفحہ

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

گزشتہ سے پیوستہ

ام فاران، راولپنڈی

چونکہ جواب نہایت خشک تھا اس لئے حضرت عمرؓ خاموش ہو گئے اور اٹھ کر چلے گئے رات کو منافقین نے یہ خبر مشہور کی کہ آنحضرت ﷺ نے ازواج کو طلاق دے دی۔ صبح کو حضرت عمرؓ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور تمام واقعہ بیان کیا۔ جب حضرت ام سلمہؓ کا قول نقل کیا تو آپ ﷺ مسکرائے۔

حجۃ الوداع:۔

۱۰ھ میں حجۃ الوداع کے موقع پر اگرچہ حضرت ام سلمہؓ علیل تھیں تاہم وہ آپ ﷺ کے ہمراہ تھیں۔ غلام اونٹ کی مہار تھامے ہوئے تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا "جب غلام مکاتب کے پاس اس قدر مال ہو کہ وہ اس کو ادا کر کے آزاد ہو جائے تو اس سے پردہ ضروری ہو جاتا ہے

(مسند احمد) ج۲

طواف کے متعلق آپ ﷺ نے فرمایا کہ "فجر قائم ہو تو تم اونٹ پر سوار ہو کر طواف کرنا۔ چنانچہ حضرت ام سلمہؓ نے ایسا ہی کیا (صحیح بخاری ج ا۔ ص۔۲۱۹)

آنحضرت ﷺ کی علالت اور رحلت:۔

۱۱ھ میں آنحضرت ﷺ علیل ہوئے۔ مرض نے طول کھینچا تو آپ ﷺ حضرت عائشہؓ کے مکان میں منتقل ہو گئے۔ حضرت ام سلمہؓ اکثر آپ ﷺ کو دیکھنے کیلئے جایا کرتی تھیں۔

ابن سعد کا بیان ہے کہ ایک دن طبیعت مبارک زیادہ علیل ہوئی تو حضرت ام سلمہؓ چیخ اٹھیں۔ آنحضرت ﷺ نے منع فرمایا کہ یہ مسلمانوں کا شیوہ نہیں۔ (طبقات ابن سعد)

اسی زمانہ میں حضرت ام سلمہؓ اور حضرت ام حبیبہؓ نے جو حبشہ سے آئی ہوئی تھیں وہاں کے عیسائی معبدوں اور ان کے مجسموں کا ذکر کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا "ان لوگوں میں جب کوئی نیک آدمی مرتا تھا تو اس کے مقبرہ کو عبادت گاہ بنا لیتے اور اس کا بت بنا کر اس میں کھڑا کرتے تھے۔ قیامت کے دن یہ لوگ خدائے عزوجل کی نگاہ میں بدترین مخلوق ہوں گے (صحیح بخاری و مسلم)

وفات کے وقت حضور ﷺ نے حضرت فاطمہؓ کے کان میں باتیں کیں۔ ازواج مطہرات اسی وقت بے تابانہ پوچھنے لگیں لیکن حضرت ام سلمہؓ نے توقف کیا اور آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد پوچھا۔

(طبقات ابن سعد ج ۲ ص ۴۰)

حضرت ام سلمہؓ کا خواب:۔

۶۱ھ میں حضرت امام حسینؓ نے شہادت پائی۔ حضرت ام سلمہؓ نے خواب میں دیکھا کہ آنحضرت ﷺ تشریف لائے ہیں۔ نہایت پریشان ہیں سر اور ریش مبارک غبار آلود ہیں۔ پوچھا "یا رسول اللہ ﷺ! کیا حال ہے؟ ارشاد ہوا "حسینؓ کے مقتل سے واپس آ رہا ہوں"۔ حضرت ام سلمہؓ بیدار ہوئیں تو آنکھوں سے آنسو جاری تھے (صحیح ترمذی ص ۲۲) اسی حالت میں زبان سے نکلا "اہل عراق نے حسینؓ کو قتل کیا خدا ان کو قتل کرے انہوں نے حسینؓ کو ذلیل کیا اللہ ان پر لعنت کرے

(مسند احمد، ج۶ ص ۲۹۸)

واقعہ حرہ:۔

۶۳ھ میں واقعہ حرہ کے بعد شامی لشکر مکہ گیا جہاں ابن زبیر پناہ

گزین تھے۔ چونکہ آنحضرت ﷺ نے ایک حدیث میں ایسے لشکر کا تذکرہ فرمایا تھا بعض کو شبہ ہوا اور حضرت ام سلمہؓ سے دریافت کیا۔ بولیں "آنحضرت ﷺ نے یہ فرمایا تھا"۔ ایک شخص مکہ میں پناہ لے گا اس کے مقابلہ میں جو لشکر آئے گا بیابان میں وہیں دھنس جائے گا"۔

حضرت ام سلمہ فرماتی ہیں، میں نے پوچھا، جو لوگ جبراً شریک کئے گئے ہوں گے وہ بھی؟ "ارشاد ہوا" ہاں! لیکن قیامت میں اپنی نیتوں کے مطابق اٹھیں گے"۔ صحیح مسلم میں ہے کہ حضرت ابو جعفرؓ کے مطابق یہ واقعہ مدینہ کے میدان میں پیش آئے گا"۔

وفات:۔

جس سال حرہ کا واقعہ پیش آیا یعنی ۶۳ھ میں اسی سال حضرت ام سلمہؓ نے وفات پائی۔ اس وقت ۸۴ برس کا سن تھا۔ اس لحاظ سے نبوت سے ۹ برس پہلے پیدا ہوئیں۔ امہات المومنین میں سب سے اخیر میں ان ہی کا انتقال ہوا۔ حضرت ابو ہریرہؓ نے نماز جنازہ پڑھی اور جنت البقیع میں دفن کیا گیا (زرقانی ج ۳ ص ۲۷۶)

اس زمانہ میں ولید بن عتبہ (ابوسفیانؓ کا پوتا) مدینہ کا گورنر تھا چونکہ حضرت ام سلمہؓ نے وصیت کی تھی کہ میری نماز جنازہ نہ پڑھائے اس لئے وہ جنگ کی طرف نکل گیا اور اپنی بجائے حضرت ابو ہریرہؓ کو بھیجا (طبری کبیر۔ ج ۳ ص ۲۴۳)

اولاد:۔

حضرت ام سلمہؓ کی آنحضرت ﷺ سے کوئی اولاد نہ تھی۔ پہلے شوہر سے چار اولادیں تھیں دو لڑکے اور دو لڑکیاں۔ ان کے نام یہ ہیں۔

1: سلمہؓ، حبشہ میں پیدا ہوئے۔ آنحضرت ﷺ نے ان کا نکاح حضرت حمزہؓ کی لڑکی امامہؓ سے کیا تھا۔

2۔ عمرؓ، بعض روایات کے مطابق آنحضرت ﷺ سے حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح ان ہی نے کیا تھا۔ حضرت علیؓ کے زمانہ خلافت میں فارس اور بحرین کے حاکم تھے۔

3: درہؓ: ان کا ذکر صحیح بخاری میں آیا ہے۔

ام المومنین حضرت ام حبیبہؓ نے حضور ﷺ سے دریافت کیا کہ "ہم نے سنا ہے آپ درہ سے نکاح کرنا چاہتے ہیں؟" "فرمایا" یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ اگر میں نے اس کی پرورش نہ بھی کی ہوتی تو وہ میرے لئے کسی طرح حلال نہ تھی کیونکہ وہ میرے رضاعی بھائی کی لڑکی ہے (صحیح بخاری۔ ج ۲۔ ص ۷۶۴)

4: زینبؓ، پہلے برّہ نام تھا۔ حضرت ابوسلمہؓ کی وفات کے بعد ان کی ولادت ہوئی تھی۔ آنحضرت ﷺ نے ان کا نام زینب رکھا تھا (زرقانی)

حلیہ:۔ اصابہ میں ہے کہ "حضرت ام سلمہؓ نہایت حسین و جمیل تھیں"۔ مسند احمد میں ہے کہ "ان کے بال نہایت گھنے تھے"۔

فضل و کمال:۔

علمی حیثیت سے اگرچہ تمام ازواج مطہرات ہی بلند مرتبہ تھیں تاہم حضرت عائشہؓ کے بعد فیض و کمال میں ان ہی کا درجہ مانا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں خوبروئی، ذہانت، اصابتِ رائے کی نعمتوں میں سے کافی حصہ دیا تھا۔ ان سے ۳۷۸ روایتیں مروی ہیں۔ اس بنا پر وہ محدثین صحابہؓ کے تیسرے طبقہ میں شامل ہیں۔

☆ لبید بن محمود کہتے ہیں۔

"آنحضرت ﷺ کی ازواج احادیث کا مخزن تھیں۔ تاہم حضرت عائشہؓ اور حضرت ام سلمہؓ کا کوئی مقابل نہ تھا"۔ (ابن سعد ۔ج۔۸۔ص۔۶۶)

☆ مروان بن حکم ان سے مسائل دریافت کرتا اور اعلانیہ کہتا تھا "آنحضرت ﷺ کی ازواج کے ہوتے ہوئے ہم دوسروں سے کیوں پوچھیں"۔

☆ حضرت ابو ہریرہؓ اور ابن عباسؓ دریائے علم ہونے کے باوجود ان کے دریائے فیض سے مستغنی نہ تھے (مسند احمد)

☆ حضرت ام سلمہؓ کو کثرت سے احادیث یاد تھیں کیوں کہ انہیں حدیث

سننے کا بہت شوق تھا۔

ایک دن بال گندھوا رہی تھیں کہ رسول کریم ﷺ منبر پر تشریف لائے اور خطبہ دینا شروع کیا۔ ابھی زبان مبارک سے ایھا الناس ہی نکلا تھا کہ مشاطہ کو حکم دیا "بال باندھ دو"۔ اس نے کہا "اتنی بھی کیا جلدی ہے" ابھی تو حضور ﷺ نے ایھا الناس ہی فرمایا ہے حضرت ام سلمہؓ اٹھ کھڑی ہوئیں اپنے بال باندھے اور برہمی سے بولیں "کیا ہم انسانوں میں شامل نہیں"۔ اس کے بعد بڑے انہماک سے پورا خطبہ سنا

(مسند احمد۔ ج ۶ ص۔ ۳۰۱)

☆ قرآن کی قرأت نہایت عمدہ طریقے سے کرتی تھیں اور قرأت میں حضور ﷺ سے بہت مشابہت رکھتی تھی۔ ایک مرتبہ کسی نے پوچھا کہ "آنحضرت ﷺ کیوں کر قرأت کرتے تھے؟" بولیں ایک ایک آیت الگ الگ کر کے پڑھتے تھے۔ اس کے بعد خود پڑھ کر بتلایا۔ (مسند احمد۔ ص ۳۰۰)

اخلاق وعادات:۔

حضرت ام سلمہؓ زاہدانہ زندگی بسر کرتی تھیں۔ ایک مرتبہ ایک ہار پہنا جس میں سونے کا کچھ حصہ تھا۔ حضور ﷺ نے اعراض برتا تو اس کو توڑ ڈالا (مسند احمد۔ جلد ۶)

ہر ہفتہ میں تین دن روزہ رکھتی تھیں (دوشنبہ، جمعرات اور جمعہ) (مسند احمد)

ثواب کی متلاشی رہتی تھیں۔ اچھے کاموں میں شریک ہوتی تھیں۔ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کی بہت پابند تھیں۔

آنحضرت ﷺ سے جو ان کو محبت تھی اس کا اثر یہ تھا کہ آپ ﷺ کے موئے مبارک ایک چاندی کی ڈبیہ میں تبرکاً رکھ چھوڑے تھے جن کی وہ لوگوں کو زیارت کراتی تھیں۔ (مسند احمد) صحیح بخاری میں ہے کہ اگر کسی کو تکلیف پہنچتی تو وہ ایک پیالے میں پانی بھر کر ان کے پاس لاتے وہ موئے مبارک نکال کر پانی میں حرکت دے دیتیں اور اس کی برکت سے وہ تکلیف دور ہو جاتی۔

☆ مسند احمد میں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ام سلمہؓ نے حضور ﷺ کی خدمت میں عرض کیا، یا رسول اللہ ﷺ کیا وجہ ہے قرآن میں ہمارا ذکر نہیں"۔ حضور ﷺ ان کی بات سن کر منبر پہ تشریف لے گئے اور یہ آیت پڑھی۔ اِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَ الْمُسْلِمٰتِ وَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ

سخاوت وفیاضی:۔

اپنے والد کی طرح بے حد سخی اور فیاض تھیں۔ خود بھی سخاوت کرتی تھیں اور دوسروں کو بھی اس کی ترغیب دیتی تھیں۔ ایک مرتبہ کچھ مساکین جن میں عورتیں بھی شامل تھیں نے بڑی لجاجت سے سوال کیا۔ ام الحسن بیٹھی تھیں۔ انہوں نے انہیں سخت سست کہا لیکن حضرت ام سلمہؓ نے کہا "ہم کو اس کا حکم نہیں" اس کے بعد لونڈی سے کہا ان کو کچھ دے کر رخصت کر دو۔ کچھ نہ ہو تو ایک چھوہارا ان کے ہاتھ پہ رکھ دو۔

(استیعاب ج ۲ ص ۸۰۳)

ایک دفعہ حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ نے آ کر کہا "اماں میرے پاس اس قدر مال جمع ہو گیا ہے کہ اب بربادی کا خوف ہے" فرمایا "بیٹا اس کو خرچ کرو۔ (اللہ کی راہ میں) کیونکہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ بہت سے صحابہ ایسے ہیں جو مجھ کو میری موت کے بعد پھر کبھی نہ دیکھیں گے"۔

حضرت ام سلمہؓ حضور ﷺ کی راز دار بھی تھیں حضور اکرم ﷺ نے کچھ خصوصی راز تقریباً دو لاکھ صحابہ میں سے صرف دو لوگوں کو بتائے تھے مردوں میں حضرت حذیفہؓ اور عورتوں میں حضرت ام سلمہؓ کو۔ چنانچہ جب عبدالرحمن بن عوف نے حضور ﷺ کا یہ ارشاد سنا تو بہت گھبرائے اور حضرت عمرؓ کے پاس پہنچے اور ان سے یہ حدیث بیان کی۔ حضرت عمرؓ، حضرت ام سلمہؓ کے پاس تشریف لائے اور کہا "خدارا مجھے بتائیے کیا میں انہی میں سے ہوں؟"

حضرت ام سلمہؓ نے فرمایا "نہیں۔ لیکن تمہیں تو بتا دیا اب آئندہ اور کسی کو نہ

بتاؤں گی"۔(مسند احمد، ج۶ص۳۰۸)

اجتہاد وفتویٰ:۔

حضرت ام سلمہؓ مجتہد بھی تھیں۔صاحب اصابہ نے لکھا ہے"وہ کامل العقل اور صاحب الرائے تھیں"۔(اصابہ، ج۸ص۲۴) آپؓ بہت بڑی مفتیہ تھیں لوگ ان سے فتویٰ لیا کرتے تھے حضرت ابو ہریرہؓ جیسے صحابہ ان کے فتوے کے سامنے اپنے فتوے واپس لے لیا کرتے تھے۔حضرت ابو ہریرہؓ کا خیال تھا کہ رمضان میں جنابت کا غسل فوراً صبح اٹھ کر کرنا چاہیے ورنہ روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ایک شخص نے جا کر حضرت ام سلمہؓ اور حضرت عائشہؓ سے پوچھا دونوں نے کہا خود آنحضرت ﷺ جنابت کی حالت میں صائم ہوتے تھے۔حضرت ابو ہریرہؓ نے سنا تو رنگ فق ہو گیا۔فوراً اپنے فتویٰ سے رجوع کیا اور کہا میں کیا کروں فضل بن عباسؓ نے مجھ سے اسی طرح بیان کیا تھا لیکن ظاہر ہے کہ حضرت ام سلمہؓ اور حضرت عائشہؓ کو زیادہ علم ہے(مسند احمد) اور اس کے بعد حضرت ابو ہریرہؓ نے اپنا فتویٰ واپس لے لیا۔(مسند احمد۔ج۶ص۳۰۶)

حضرت ام سلمہؓ جواب صاف دیتی تھیں اور کوشش کرتیں کہ سائل کو تشفی ہو جائے۔ایک مرتبہ کسی شخص کو مسئلہ بتایا وہ ان کے پاس سے اٹھ کر باقی ازواج کے پاس گیا سب نے ایک ہی جواب دیا۔واپس جا کر حضرت ام سلمہؓ کو یہ خبر سنائی تو بولیں"نعم واشفیک"یعنی ذرا ٹھہر میں تمہاری تشفی کرنا چاہتی ہوں میں نے آنحضرت ﷺ سے اس کے متعلق حدیث سنی ہے"(مسند احمد)

☆ایک مرتبہ چند صحابہ نے دریافت کیا کہ آنحضرت ﷺ (کی اندرونی زندگی) کے متعلق کچھ ارشاد کیجئے۔آپؓ نے فرمایا "آپ ﷺ کا ظاہر و باطن یکساں ہے"۔آنحضرت ﷺ تشریف لائے تو آپ ﷺ سے واقعہ بیان کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا"تم نے بہت اچھا کیا"(مسند احمد)

☆نماز کے اوقات میں بعض امراء نے تغیر و تبدل کیا یعنی مستحب اوقات چھوڑ دیئے تو حضرت ام سلمہؓ نے انہیں تنبیہ کی اور فرمایا آنحضرت ﷺ ظہر جلد کرتے تھے اور تم عصر جلد پڑھتے ہو(مسند احمد ج۶ص۲۸۹)

☆ایک دن ان کے بھتیجے نے دو رکعت نماز پڑھی۔چونکہ سجدہ گاہ غبار آلود تھی وہ سجدہ کرتے وقت مٹی جھاڑتے رہتے،حضرت ام سلمہؓ نے روکا کہ یہ فعل خلاف سنت ہے کیونکہ ایک دفعہ آپ ﷺ کے ایک غلام نے اس طرح کیا تھا تو آپ ﷺ نے فرمایا تھا۔ "ترب وجھک اللہ!"(یعنی تیرا چہرہ اللہ کی راہ میں غبار آلود ہو")(مسند احمد)

مناقب:۔

ایک مرتبہ حضرت ام سلمہؓ آنحضرت ﷺ کے پاس بیٹھی تھیں حضرت جبرائیلؑ آئے اور باتیں کرتے رہے۔ان کے جانے کے بعد آپ ﷺ نے پوچھا"ان کو جانتی ہو" بولیں"دحیہ تھے"

لیکن جب آپ ﷺ نے اس واقعہ کو لوگوں کے سامنے بیان کیا تو اس وقت معلوم ہوا وہ جبرائیلؑ تھے(غالباً یہ نزول حجاب سے قبل کا واقعہ ہوگا)(صحیح مسلم ج۲ص۳۴۱)(مطبوعہ مصر)

شاگرد:۔

حضرت ام سلمہؓ سے جن لوگوں نے علم حدیث حاصل کیا ان کی ایک بڑی جماعت ہے یہاں چند ایک ناموں پہ اکتفا کیا جاتا ہے۔

عبد الرحمٰنؓ بن ابی بکرؓ، اسامہ بن زیدؓ، ہند بنت الحارث الفراسیہ، صفیہؓ بنت شیبہ، عمرؓ، زینبؓ (یہ دونوں آپ ﷺ کی اولادیں ہیں) مصعب بنؓ عبد اللہ (بھتیجا)، بنہان (غلام مکاتب) عبد اللہ بن رافعؓ، نافعؓ، پسر شعبہؓ، ابوبکرؓ، خیرہؓ (والدہ حسن بصریؒ) سلیمان بن یسارؓ، ابو سلمہؓ، سعید بن مسیبؓ، ابووائلؓ، صفیہؓ بنت محصن، شعبیؒ، عبد الرحمن بن حارث بن ہشام، عکرمہؓ، ابوبکر بن عبد الرحمنؓ، عروہ بن زبیرؓ، کریبؓ مولیٰ ابن عباسؓ، نافعؓ مولیٰ ابن عمرؓ، یعلیٰ بن مملکؓ۔

بچوں کا صفحہ

خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم

گزشتہ سے پیوستہ

تحریر: ع خان، لاہور

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بچپن مبارک اور لڑکپن مبارک:

جس زمانے میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش مبارک ہوئی اس زمانے میں رواج تھا کہ شہر سے دور دیہاتی علاقوں سے خواتین آتیں اور نومولود بچوں کو پرورش کے لیے لے جاتیں۔ بچے تقریباً دو سال کی عمر تک کھلے دیہات کے صاف ماحول میں پرورش پاتا۔ ایسا اس لیے تھا کیونکہ عربوں کا خیال تھا کہ دیہات کی کھلی فضا میں پل کر بچے خوب مضبوط اور توانا ہوتے ہیں اور انہیں زیادہ اچھی اور خالص عربی بولنا آجاتی ہے۔ بچوں کے والدین اس کے صلے میں ان خواتین کو خاصی اچھی رقم ادا کر دیتے تھے۔ چنانچہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ولادت باسعادت پر بنوسعد (ایک قبیلہ) کی خواتین بھی بچوں کو گود لینے کے لیے مکہ معظمہ آئیں۔ ان ہی میں حضرت حلیمہ سعدیہؓ بھی تھیں۔ حضرت حلیمہؓ سعدیہؓ فرماتی ہیں کہ اس سال قحط سالی کی وجہ سے ہمارے پاس کھانے پینے کو کچھ نہ تھا، میرا بچہ بھوک کی شدت سے روتا رہتا تھا جس کی وجہ سے ہم ساری رات سو نہ سکتے تھے۔ جب مکہ معظمہ کے سفر پر روانہ ہوئیں تو وہ اپنے قافلے میں سب سے پیچھے رہ گئیں کیونکہ ان کی سانڈنی اتنی کمزور تھی کہ تیز نہیں چل سکتی تھی جس وقت وہ مکہ مکرمہ پہنچیں تو ان کے ساتھ آنے والی دوسری عورتیں امیر گھروں سے بچوں کو لے چکی تھیں جبکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو یتیم سمجھ کر کسی نے نہ لیا تھا۔ وہ بچہ حضرت حلیمہؓ سعدیہؓ نے گود میں لے لیا۔ یہ اصل میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک انعام تھا۔

قافلہ والے جب واپس اپنے قبیلہ کی طرف روانہ ہوئے تو حضرت حلیمہؓ فرماتی ہیں کہ ان کی سانڈنی جو آتے ہوئے سب سے پیچھے تھی، واپسی کے سفر میں اتنی تیز چل رہی تھی کہ قافلے کی ساتھیوں نے کہا کہ ذرا مہربانی کرو، اتنا تیز نہ چلو، کیا یہ وہی سانڈنی نہیں جس پر سوار ہو کر تم گھر سے روانہ ہوئی تھیں، جب انہوں نے بتایا کہ یہ وہی سانڈنی ہے تو وہ کہنے لگیں کہ اس میں تو اتنی بڑی تبدیلی آگئی ہے۔ اور یہ تبدیلی بچو آپ کو پتہ ہے کہ کیوں آئی؟ جی ہاں جناب! اس نومولود بچے (صلی اللہ علیہ وسلم) کی برکت کی وجہ سے جنہیں حضرت حلیمہؓ گود لے کر واپس اپنے قبیلے کی طرف جا رہی تھیں۔ قحط سالی کی وجہ سے چراہ گاہیں بھی سوکھی ہوئی تھیں۔ بنوسعد کے قبیلے کے لوگ اپنے چرواہوں سے کہتے کہ آپ لوگ بھی اسی جگہ اپنے جانوروں کو لے جایا کرو جہاں ابوذویب کی دختر (حضرت حلیمہؓ) کا چرواہا اپنے جانور چراتا ہے۔ لیکن اس طرح کرنے کے باوجود ان کے جانور بھوکے لوٹتے جبکہ حضرت حلیمہؓ کے جانور خوب صحت مند ہو گئے۔ لوگوں کو یہ بات سمجھ نہیں آرہی تھی۔ دراصل حضرت حلیمہؓ اور ان سے متعلق ہر چیز تو ان برکات کی وجہ سے مستفید ہو رہی تھی جو نومولود بچے (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ان کے گھر میں آمد سے سب کو مل رہی تھیں۔ اگرچہ حضرت حلیمہؓ اور ان کے شوہر کو مکہ معظمہ سے واپسی کے سفر پر ہی اندازہ ہو گیا تھا کہ ان کو بہت ہی بابرکت بچہ ملا ہے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) دو سال کی عمر ہی میں دوسرے ہم عمر بچوں میں ممتاز اور بڑے نظر آتے تھے۔

دو سال پورے ہونے پر حضرت حلیمہؓ وعدے کے مطابق آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو لے کر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور ساتھ میں یہ درخواست بھی کی کہ ہماری دلی آرزو ہے کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) ابھی کچھ عرصہ اور ہمارے پاس ہی رہ جائیں (کیونکہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی برکات کا مشاہدہ کر چکی تھیں)۔ چنانچہ حضرت

حلیمہؓ کے بے حد اصرار پر آپ (ﷺ) کی والدہ نے مزید کچھ عرصہ کے لیے آپ (ﷺ) کو حضرت حلیمہؓ کے ساتھ بھیج دیا۔ دوبارہ گھر واپس آنے کے چند ماہ بعد ایک عجیب واقعہ پیش آیا۔ ہوا یوں کہ ایک دن جب آپ (ﷺ) اپنے رضاعی بھائی کے ساتھ بکریوں کے پاس تھے کہ آپ (ﷺ) کا رضاعی بھائی بھاگتا ہوا اپنے والد کے پاس آیا کہ دو آدمیوں نے جو سفید کپڑوں میں ہیں قریشی بھائی کو پکڑ کر زمین پر لٹا دیا، پھر ان کا سینہ چاک کر کے اس میں کوئی چیز ملا دی اور چلے گئے۔ یہ سن کر حضرت حلیمہؓ اور ان کے شوہر فوراً وہاں پہنچے جہاں حضرت محمد ﷺ کھڑے تھے اور خوف سے چہرہ مبارک متغیر ہو رہا تھا۔ پوچھنے پر آپ (ﷺ) نے بھی وہی تفصیل بیان فرمائی۔ یہ سن کر حضرت حلیمہؓ اور ان کے شوہر خوفزدہ ہو گئے اور یہ سوچ کر کہ کوئی ناخوشگوار واقعہ نہ پیش آ جائے، آپ (ﷺ) کو لے کر حضرت آمنہ کے پاس حاضر ہو گئے۔ (احادیث مبارکہ سے پتہ چلتا ہے کہ سینہ مبارک چاک ہونے کا دوسرا واقعہ شب معراج میں بھی پیش آیا)۔ حضرت حلیمہؓ کو آپ (ﷺ) کے وجود مبارک سے بے حد خیر و برکت حاصل ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں اور ان کے شوہر اور اولاد کو دولت اسلام سے نوازا۔

حضرت آمنہؓ کی وفات:۔

حضرت محمد ﷺ جب اپنی والدہ ماجدہ کے پاس واپس آئے تو حضرت آمنہ نے سوچا کہ آپ (ﷺ) کو آپ (ﷺ) کے ماموؤں سے ملوا لائیں جو مدینہ منورہ میں رہتے تھے۔ آپ اپنی والدہ کے ساتھ مدینہ منورہ گئے۔ وہ واپس آ رہی تھیں تو بمقام ابواء (مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان ایک جگہ) آپ بیمار ہو گئیں اور وہیں آپ انتقال فرما گئیں اور وہیں آپ کو دفن بھی کیا گیا۔ اس وقت آپ (ﷺ) کی عمر مبارک چھ سال کے قریب تھی۔ والدہ ماجدہ کی وفات کے بعد آپ (ﷺ) کی پرورش کی ذمہ داری آپ (ﷺ) کے دادا حضرت عبدالمطلب نے ادا کی۔

حضرت عبدالمطلب اپنی قوم کے سردار تھے۔ حضرت عبدالمطلب کے لیے خانہ کعبہ کے سائے میں فرش بچھایا جاتا تھا۔ اس فرش کے اطراف پر ان کے بیٹے بیٹھتے تھے۔ جب تک حضرت عبدالمطلب تشریف نہ لاتے کوئی بھی ان کی عزت کی وجہ سے فرش پر پہلے سے نہ بیٹھتا تھا، لیکن آپ (ﷺ) اپنے بچپن کی وجہ سے فرش پر پہلے ہی بیٹھ جاتے تھے، کوئی منع کرتا یا ہٹانے کی کوشش کرتا تو حضرت عبدالمطلب انہیں منع کر دیتے اور کہتے کہ میرے اس بیٹے کو چھوڑ دو۔ خدا کی قسم یہ بہت شان والا ہو گا۔ پھر وہ آپ (ﷺ) کو فرش پر اپنے ساتھ بٹھا لیتے اور محبت سے اپنا ہاتھ آپ (ﷺ) کی پشت مبارک پر پھیرتے اور آپ (ﷺ) کی معصوم اداؤں کو دیکھ کر خوش ہوتے تھے۔

آپ (ﷺ) آٹھ سال کے ہوئے تو آپ (ﷺ) کے دادا حضرت عبدالمطلب کی بھی وفات ہو گئی۔ اسکے بعد شادی مبارک ہونے تک آپ ﷺ اپنے چچا جناب ابوطالب کے ساتھ رہے۔

ابھی آپ (ﷺ) چھوٹے لڑکے تھے تو مکہ میں شدید قحط پڑ گیا۔ قریش کے لوگوں نے آپ (ﷺ) کے چچا ابوطالب سے کہا کہ آپ بارش کی دعا کیجئے انہوں نے حضرت محمد ﷺ کو ساتھ لیا اور خانہ کعبہ آئے اور پھر آپ (ﷺ) کی پشت مبارک کو خانہ کعبہ کی دیوار کے ساتھ ملا دیا اور آپ ﷺ نے بڑے عجز سے دعا فرمائی۔ اس وقت آسمان پر بادل کا ایک ٹکڑا بھی نہیں تھا لیکن دعا کے بعد بادل خوب آئے اور خوب برسے۔ ایک دفعہ جناب ابوطالب نے حضرت عباسؓ کو آپ (ﷺ) کی چند باتیں سنائیں کہ ہم لوگوں نے کھانا کھانے سے پہلے اور بعد میں کبھی کچھ نہیں پڑھا لیکن یہ فرزند (ﷺ) کھانا کھانے سے پہلے اللہ کا نام لیتے ہیں اور بعد میں "الحمدللہ" کہتے ہیں اور یہ بھی بتایا کہ رات کا کچھ حصہ گزرنے کے بعد انہیں آپ (ﷺ) سے ایک عجیب کلام سننے میں آتا ہے۔ انہوں نے یہ بھی بتایا کہ میں نے انہیں (ﷺ) نہ کبھی جھوٹ بولتے سنا ہے، نہ کبھی ہنستے ہوئے دیکھا ہے، نہ کبھی جاہلانہ باتیں کرتے ہوئے دیکھا ہے اور نہ ہی کبھی بے کار مشاغل میں مصروف بچوں کے ساتھ کھڑے دیکھا ہے۔

شام کا سفر:۔

جب آپ (ﷺ) کی عمر مبارک بارہ سال تھی تو ایک تجارتی قافلے کے ساتھ اپنے چچا جناب ابوطالب کے ہمراہ شام کے سفر پر روانہ ہوئے۔ اس زمانے میں بصریٰ کے گرجا میں بحیرا نامی پادری رہتا تھا جو عیسائی مذہب کا بہت بڑا عالم تھا۔ بحیرا لوگوں سے بہت کم ملتا اور بہت ہی کم گفتگو کرتا۔ وہاں سے اکثر عرب کے تجارتی قافلے گزرا کرتے تھے۔ ایک دن بحیرا اپنے کھڑکی میں کھڑے تھے تو دیکھا کہ ایک قافلہ آرہا ہے اور صرف ایک لڑکے پر ایک بادل سایہ کیے ہوئے ہے۔ پھر یہ قافلہ گرجا کے قریب ہی ایک سایہ دار درخت کے نیچے ٹھہر گیا۔ بحیرا نے دیکھا کہ اس بادل نے درخت پر اپنا سایہ کرلیا اور درخت کی ٹہنیاں خود بخود اس لڑکے (ﷺ) کی طرف جھک گئیں۔ بحیرا نے یہ سب کچھ دیکھ کر گرجا سے باہر آکر قافلے والوں کو کھانے کی دعوت کا پیغام بھیجا اور ان کے لیے کھانا تیار کروایا۔ ان قافلے والوں میں سے ایک شخص نے کہا کہ آج تو بحیرا کا طرزِ عمل نرالا ہے۔ اس سے پہلے تو اس نے کبھی ہماری دعوت نہیں کی۔ کھانے کے وقت جب قافلے کے سب لوگ جمع ہوئے تو حضور (محمد ﷺ) کو کمسنی کی وجہ سے پڑاؤ میں درخت کے نیچے ہی چھوڑ آئے کہ سامان کے ساتھ کوئی ہو۔ بحیرا نے سب پر نظر ڈالی لیکن وہ علامات نظر نہ آئیں جنہیں وہ جانتا تھا اور اپنی کتابوں میں پاتا تھا، سو پوچھا کہ آپ لوگوں میں سے سب کو میری دعوت میں شریک ہونا تھا، کوئی رہ تو نہیں گیا۔ تو ان لوگوں نے بتایا کہ قافلے کا سب سے کمسن لڑکا (ﷺ) پڑاؤ ہی میں ہے۔ تو بحیرا نے ایک شخص کو بھیجا کہ انہیں بھی بلا لیجیے تاکہ وہ بھی کھانے میں شریک ہوں۔ سو آپ (ﷺ) کو بھی بلا لیا گیا۔ کھانے کے بعد بحیرا نے آپ (ﷺ) کے پاس آکر لات اور عزیٰ (دو بت، جن کی اہلِ مکہ پرستش کرتے تھے) کی قسم کھا کر کہا کہ میں آپ (ﷺ) سے چند سوال کرنا چاہتا ہوں تو آپ (ﷺ) خاموش رہے (دراصل بحیرا یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ اگر آپ (ﷺ) اللہ کے سچے نبی ہیں تو بتوں کی قسم کو پسند نہیں فرمائیں گے)۔ پھر بحیرا نے اللہ کی قسم کھا کر سوال کرنے کی بات کی تو آپ (ﷺ) نے فرمایا کہ پوچھئے جو آپ پوچھنا چاہتے ہیں۔ پھر بحیرا نے آپ (ﷺ) سے چند سوالات کیے جو آپ (ﷺ) کی حالات زندگی، نیند اور سونے کی کیفیت کے متعلق تھے۔ آپ (ﷺ) کے کندھوں مبارک کے درمیان مہرِ نبوت دیکھی۔ پھر بحیرا نے جناب ابوطالب سے پوچھا کہ کیا یہ آپ کے رشتہ دار ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ یہ میرے فرزند ہیں۔ بحیرا نے کہا کہ یہ آپ کے بیٹے نہیں ہوسکتے کیونکہ ان کی خصوصیات میں یہ بھی ہے کہ ان کے والد زندہ نہ ہوں گے۔ تب جناب ابوطالب نے بتایا کہ یہ میرے بھتیجے ہیں۔ چند مزید سوالات کے بعد بحیرا نے جناب ابوطالب سے کہا کہ آپ اپنے بھتیجے کو فوراً اپنے وطن واپس لے جائیں اور ان کے متعلق یہودیوں سے ہوشیار رہیے۔ اور پھر قسم کھا کر کہا کہ اگر یہودیوں نے انہیں پہچان لیا تو ضرور ان کو نقصان پہنچانے کی کوشش کریں گے اور یہ بھی بتایا کہ ان کا عظیم الشان مستقبل ہونے والا ہے۔ چنانچہ آپ (ﷺ) کے چچا جناب ابوطالب نے وہیں اپنا سامان تجارت فروخت کیا اور وہیں سے واپس مکہ معظمہ چلے گئے۔

بچو! کیا آپ نے The blessed tree ڈاکومینٹری فلم دیکھی ہے وہ آپ (ﷺ) کی اسی شام کے سفر سے متعلق ہے اور ملک اردن کے صحرا میں ابھی بھی وہ خوش قسمت درخت اسی طرح سرسبز و شاداب خوش خوش کھڑا ہے جس نے آپ (ﷺ) پر اپنی شاخیں جھکا کر سایہ کرنے کی عزت حاصل کی تھی اور جس پر بادل نے مزید سایہ کیا تھا۔ آپ سب بچے اسے ضرور دیکھیں اور اپنا ایمان تازہ کریں۔

چونکہ آپ (ﷺ) لڑکپن ہی سے جانتے تھے کہ آپ (ﷺ) کے چچا ابوطالب شدید مالی تنگی میں مبتلا ہیں سو آپ (ﷺ) ان کا ہاتھ بٹانے کی کوشش کرتے۔ یوں آپ (ﷺ) نے لڑکپن ہی سے اجرت پہ بکریاں بھی چرائیں اور اس کی اجرت لاکر چچا ابوطالب کو دے دیتے تھے۔

....

4 جولائی 2012ء

حضرت شیخ المکرم مدظلہ العالی کے نقش اور دم

شیخ المکرم حضرت امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ o وَ الصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلٰی حَبِیْبِہٖ مُحَمَّدٍ وَّ آلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ o اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ o بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔

اسلام اللہ اور اللہ کے حبیب ﷺ کی اطاعت کا نام ہے اور یہ اطاعت صرف عقیدے میں نہیں خلوص قلب کے ساتھ عقیدے میں اور ہر عمل میں مطلوب ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ (الحجرات:13)

تم میں سے مکرم وہ ہے جو زیادہ خلوص کے ساتھ پوری پوری اطاعت کرنے والا ہے چونکہ ہر بندے کا خلوص بھی اپنا ہوتا ہے ہر بندے کی استعداد کار بھی اپنی ہوتی ہے اور ہر بندے کے عمل کا معیار بھی اپنا ہوتا ہے تو جو جتنے اعلیٰ معیار سے اور جتنے گہرے خلوص سے اطاعت کرتا ہے۔ اتنا ہی وہ اللہ کے نزدیک اللہ کا مقبول اور مقرب بندہ ہے۔ اس کے علاوہ اسلام میں کوئی معیار نہیں ہے کہ کس کے پاس دولت زیادہ ہے۔ کس کو لوگ بڑا پیر مانتے ہیں۔ کس کے پیروکار زیادہ ہیں۔ یہ کوئی معیار نہیں۔ لوگوں کی کثرت معیار نہیں ہے۔ حق پر ہونا معیار ہے۔ خواہ وہ بندہ اکیلا ہو یا اس کے ساتھ دو چار دس یا دس ہزار ہوں۔ حق پر ہوں خلوص کے ساتھ ہوں۔ تو یہ ایک معیار ہے۔ کوئی بھی نہ ہو اکیلا بھی ہو! پر خلوص اور اطاعت گزار ہو تو اللہ کریم کے نزدیک وہ معزز ہے۔ ہاں دنیا میں لوگوں کے نزدیک نیک ہونے کا معیار کسی کے گرد بہت لوگ جمع ہوں تو دنیا میں لوگ سمجھتے ہیں کہ بہت بڑا آدمی ہے۔ بڑا بزرگ ہے بہت بڑا پیر ہے۔ تو دنیا کے معیار تو آخرت میں کام نہیں آئیں گے۔

قرآن کریم کی مختلف آیات جو اسی موضوع پر ہیں۔ جس بیماری یا تکلیف کیلئے آپ دم کرنا چاہتے ہیں تو وہ پڑھ کر دم کر دینے سے فائدہ ہوتا ہے۔ سائنس نے بھی آج ثابت کیا ہے، پانی کے ایک گلاس کا تجزیہ کیا گیا۔ پھر اس پر بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھ کر پھونک ماری گئی اور جب اس کے اجزاء کا تجزیہ کیا گیا تو وہ پہلے سے مختلف تھے۔ لیکن اس کیلئے ایک قوت، ایک طاقت چاہئے جو کسی شیخ، کسی بزرگ کی طرف سے اجازت کی صورت میں عطا ہوتی ہے۔

حضرت عیسیٰؑ کی پیدائش کا واقعہ قرآن کریم بیان فرماتا ہے جب وہ مائی صاحبہ کے پاس آئے تو خوشخبری دی کہ اللہ آپ کو بیٹا دے گا تو انہوں نے فرمایا! مجھے تو کسی نے چھوا تک نہیں اور میری شادی بھی نہیں ہوئی تو بیٹا کیسے ہوگا؟ فرمایا! اللہ قادر ہے۔ وہ اپنی طرف سے دے گا اور جبرائیل امین نے دم کر دیا۔ دم کرنا ثابت ہے۔ اس کا اثر ثابت ہے لیکن دم کرنا اگلے کی مصیبت رفع کرنے کیلئے ہو۔ اپنی بڑائی کیلئے نہ ہو اور کوئی غیر شرعی لفظ یا کوئی ناگوار کلمہ نہ ہو، جو لوگ غیر شرعی طریقے اور کفریہ کلمات کا کاروبار کرتے ہیں ان کے پاس الٹ پلٹ چیزیں ہوتی ہیں اور یہ حضرت سلیمانؑ کے وصال کے بعد شیطانوں نے ایک چال چلی تھی کہ کچھ کفریہ کلمات پرانے سے اوراق پر لکھ کر کتابیں بنا کر زمین میں دفن کر دیں پھر اپنے دوستوں سے کہا کہ فلاں جگہ سے نکال لاؤ۔ قرآن حکیم میں موجود ہے۔

وَ اِنَّ الشَّیٰطِیْنَ لَیُوْحُوْنَ اِلٰٓی اَوْلِیٰٓئِھِمْ (الانعام :121) کہ شیطان اپنے دوستوں سے باتیں کرتے ہیں۔ جوان کے

پیروکار تھے۔ اللہ نے ان کا دوست کہا ہے۔ ان میں سے کسی کو یہ بات سمجھائی اس نے وہ جگہ کھودی۔ وہ کتابیں نکل آئیں تو اس میں سارے جادو تھے۔ اور جادو عموماً کفریہ کلمات پر مشتمل ہوتے ہیں اور ان کی تاثیر صرف اتنی ہوتی ہے کہ شیطان کوشش کرتا ہے کہ جس پر جادو کیا گیا ہے اس کو کچھ نہ کچھ تکلیف پہنچائے تاکہ اس جادوگر کا سلسلہ معاش چلتا رہے۔ بعض لوگوں کو خیال ہوتا ہے کہ میں نے جنات تابع کیے ہوئے ہیں۔ دراصل اسے جنات نے اور شیاطین نے تابع کیا ہوتا ہے اور اسے ذریعہ بنا کر لوگوں کے عقائد خراب کرتے ہیں۔

میں بھی نقش لکھ دیتا ہوں لوگوں کو دم بہت کم کرتا ہوں بلکہ کرتا ہی نہیں۔ اس سے بچتا ہوں۔ اس کی اپنی ایک وجہ ہے لیکن میں جو کچھ کرتا ہوں اس میں ایک چیز جو میں کچھ لکھ کر دیتا ہوں یہ مجھے منجانب اللہ نصیب ہوئی اور حضرتؒ کے زمانے میں جماعت کے ابتدائی دنوں میں اللہ کریم کی طرف سے عطا ہوئی۔ میں نے حضرت شیخ المکرمؒ کے سامنے پیش کی کہ میں نے یہ دیکھا ہے۔ انہوں نے فرمایا: یہ تمہیں عطا ہوئی ہے تم کیا کرو لوگوں کو فائدہ ہوگا۔ انہوں نے یہ نہیں فرمایا کہ اب یہ میں کروں گا، فرمایا! یہ تمہیں عطا ہوئی ہے تم کیا کرو۔

میں جنگل میں ڈیرے پر رہتا تھا حضرتؒ کو وہ جگہ بڑی پسند تھی۔ اکثر گرمیاں گزارتے تھے۔ پہاڑ پر ٹھنڈی جگہ تھی۔ وہاں سے جماعت کی ابتداء بھی ہوئی۔ اور پہلے دو تین اجتماع وہیں ہوئے۔ گاؤں کو آنے کیلئے دو تین میل جنگل سے گزرنا پڑتا ہے وادی سے گزرنا پڑتا ہے۔ نالہ ہے ایک طرف راستہ ہے تو میں نے دیکھا راستے پر چار ہاہوں۔ سامنے سے ایک بہت بڑا اژدھا آ گیا۔ سر اٹھا کر سامنے کھڑا ہو گیا۔ میری زبان پر وہ آیہ کریمہ جاری ہوگئی۔ پڑھتا رہا اور اسے دیکھتا رہا تو وہ آہستہ آہستہ ہٹنا شروع ہوگیا۔ ایسے لگتا تھا جیسے پٹھوں سے کوئی بہت بڑی چیز بن کر بنائی گئی ہو اور اک اک پٹھا الگ ہو رہا ہے۔ میں پڑھتا رہا وہ کھلتا رہا۔ وہ پٹھے الگ الگ سے ہو گئے میں پڑھتا رہا پھر ایک ایک کر کے ختم ہونے لگ گئے۔ بالآخر وہاں کچھ بھی نہیں تھا۔ آیہ کریمہ مجھے یاد ہے میں نے حضرت جیؒ کی خدمت میں عرض کی۔ فرمایا! یہ منجانب اللہ ہے۔ لوگوں کی مصیبتیں دور کرنے کے کام آئے گی۔ میں جو تعویز دیتا ہوں اور اس سے لوگوں کو شفا بھی ہوتی ہے۔ وہی آیہ کریمہ لکھتا ہوں لیکن میں الفاظ نہیں لکھتا، الفاظ پڑھتا ہوں اور لکیریں ڈالتا جاتا ہوں۔ لکھی ہوئی صرف لکیریں ہوتی ہیں۔ اس کی بھی وجہ ہے کہ اگر میں آیہ کریمہ لکھ کر ساتھ دوں گا تو بہت سے ساتھی اسے نقل کرنا شروع کر دیں گے اور اپنی عاقبت چھوڑ کر پیر بن کر بیٹھ جائیں گے۔

سانپ کے کاٹے کا دم حضرت سید احمد سرہندی حضرت مجدد الف ثانیؒ کو منجانب اللہ القاء ہوا تھا۔ وہ جب تک حیات رہے ان کے پاس رہا۔ اور ان کے وصال کے بعد کسی کو نہیں ملا اللہ کریم نے وہ بھی مجھے عطا فرمایا اور میں نے اپنے شیخ حضرتؒ کے سامنے وہ بھی پیش کیا۔ تو حضرتؒ نے فرمایا کہ پہلے یہ نعمت ان کے ساتھ تھی وہ ان کے ساتھ ہی رہی تمہارے اور ان میں فرق یہ ہے کہ رہے گی تو ایک ہی بندے کے پاس لیکن اگر تم کسی اور کو اس کی اجازت دے دو تو پھر اس سے اثر ہوگا پھر تم سے نہیں۔ رہے گی تو دنیا میں ایک بندے کے ہی پاس۔ لیکن یہ فرق ہے کہ تم کسی کو اجازت دے سکتے ہو لیکن اگر کسی کو اجازت دے دو گے تو اس کے پاس رہے گی تمہارے پاس نہیں رہے گی یہ اس کی اثر آفرینی بھی منجانب اللہ عجیب وغریب ہے یہاں ہمارے علاقے میں سانپوں کی بے شمار قسمیں ہیں۔ ایسے بھی ہیں جو بے ضرر ہیں اور ایسے بھی ہیں کہ جس کے کاٹے کا کوئی علاج نہیں لمحوں میں بندہ مرجاتا ہے کچھ ایسے ہیں کہ کاٹ لیں تو ہر مسام سے خون جاری ہو جاتا ہے۔ اتنا پتلا ہو جاتا ہے اور کچھ ایسے ہیں کہ کاٹ لیں تو خون خشک ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ اور پورے جسم میں جم جاتا ہے۔

یہاں اجتماع ہو رہا تھا میرا چھوٹا بیٹا عبدالرقیب یہاں سے عشاء کے ذکر کے بعد گھر والوں کے جانے سے پہلے چلا گیا گھر کے

ساتھ ہی کوئی سو گز کے فاصلے پر کچھ لڑکے، اس کے کلاس فیلو کوئی دوست تھے ان کے پاس بیٹھ گیا۔ ایک بڑا سا پتھر تھا اس کے پاس بیٹھ گیا۔ اس پتھر کے نیچے کہیں سانپ تھا اور سخت زہریلی قسم کا تھا۔ حالانکہ اس نے بوٹ پہن رکھا تھا لیکن اس نے ٹخنے کے قریب بوٹ سے اوپر ٹانگ پر کاٹ لیا اس نے لڑکوں سے کہا مجھے فوراً گھر پہنچاؤ وہ تو ہلنے جلنے کے قابل بھی نہ رہا تھا وہ اٹھا کر گھر لے گئے گھر میں نمک موجود تھا۔ اس نے نمک تھوڑا سا چاٹا۔ گھر والوں کے جانے تک قدرے افاقہ تھا۔ یہاں بھی خبر ہوئی۔ کوئی چار پانچ اچھے ڈاکٹر بھی یہاں اجتماع میں تھے۔ ایک لیڈی ڈاکٹر بھی تھیں۔ ان سب نے مجھ سے بہت اصرار کیا کہ اسے فوراً لاہور پہنچائیں اس کا علاج یہ کریں وہ کریں۔ میں نے کہا! کچھ بھی نہیں ہے۔ وہ نمک کھا رہا ہے۔ وہ لوگ بڑے پریشان ہوئے کہ کمال ہے سخت زہریلی قسم کے سانپ نے کاٹا ہے، سانپ کے کاٹتے ہی بندہ نڈھال ہو کر گر گیا۔ سات فٹ کا جوان ہے اور یہ فرما رہے ہیں کہ کچھ بھی نہیں ہے۔ صبح تک وہ الحمدللہ ٹھیک تھا۔ پھر ان ڈاکٹروں نے بھی نمک دم کروایا اور اپنے ساتھ لے گئے تو کسی چیز کے کاٹنے سے جو تکلیف ہوتی ہے اس کا وہ علاج ہے۔

اب یہ ڈینگی آ گیا تھا لاہور میں، ساتھی نمک دم کروا کر کے لے جاتے۔ اس مریض کو دیتے اس کا بخار اتر جاتا۔ میرا خیال ہے منوں کے حساب سے دم کروا کر لے گئے۔ ڈاکٹروں نے علاج ہی یہ بنایا ہوا تھا جسے بخار ہوا سے تھوڑا سا نمک چٹا دو۔ کیونکہ یہ بھی خون کے ذرات کو متاثر کرتا ہے اور سانپ کا زہر بھی خون کے ذرات کو متاثر کرتا ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ یہ میرا پیشہ بن گیا ہے یا میں اس کی وجہ سے شہرت پاؤں۔ یہ خدمت خلق ہے اور منجانب اللہ ہے لوگوں کو فائدہ ہوتا ہے۔ شرعاً دم کرنے یا تعویز دینے کا معاوضہ لینا جائز ہے اس لئے کہ یہ علاج ہے اور معالج کیلئے علاج کا معاوضہ لینا جائز ہے لیکن مجھے چونکہ ضرورت نہیں۔ اللہ نے بہت دے رکھا ہے۔ میں اس پر کسی سے کسی قسم کا معاوضہ نہیں لیتا۔ میں تو جانتا بھی نہیں لوگوں کو کہ کتنے روزانہ آتے ہیں۔ کون کون کیا تعویز لے جاتا ہے کبھی نہیں پوچھا، ایک فائدہ اس کا یہ ہوتا ہے کہ بہت سے نئے لوگ مانوس ہوتے ہیں پھر وہ اللہ اللہ شروع کر دیتے ہیں ذکر میں آ جاتے ہیں۔ عقائد کی اصلاح ہو جاتی ہے۔ اعمال کی اصلاح ہو جاتی ہے، میں سمجھتا ہوں کہ اس کا یہی معاوضہ کافی ہے۔

لیکن اس میں ایک عجیب شرط ہے۔ میڈیکل ٹریٹمنٹ یا کوئی میڈیکل علاج کروا رہا ہے تو کرا تا رہے اور تعویز بھی لیتا رہے لیکن اگر کوئی دم کرائے گا اس کے اوپر یا کوئی تعویز لے گا یا کوئی اسے بتا دے خود ہی آیات پڑھ کر دم کیا کرو۔ تو پھر ذمہ داری اس کی ہے۔ جو اوپر سے دم کر رہا ہے۔ پھر نقش کا اثر یک دم ختم ہو جائے گا۔ اور ایسے ختم ہوتا ہے۔ جیسے یہ تھا ہی نہیں۔

اس میں کئی تجربات ہوئے میں آپ کو مثال کے طور پر دو واقعات سناتا ہوں۔ ہمارے پڑوس میں ایک عمر رسیدہ خاتون تھی۔ اسے کہیں گلی پر کسی باؤلے کتے نے کاٹ لیا، معمولی سی خراش آئی لیکن دنوں میں ہی اس پر باؤلے پن کا دورہ پڑ گیا اور جب پوری طرح بیماری اس پر مسلط ہو گئی تو انہوں نے آکر شور کیا۔ رات کا وقت تھا تقریباً مغرب کے بعد عشاء کے قریب وقت تھا میں وہاں گیا تو وہ بالکل باؤلی ہو چکی تھی۔ میں اس کا بھی دم کرتا ہوں تھوڑا سا نمک دم کر کے زبردستی اس کے منہ میں ڈالا۔ نمک حلق سے نیچے گیا تو وہ ٹھیک ہونا شروع ہو گئی اور میرے بیٹھے بیٹھے ٹھیک ہو گئی۔ بالکل ٹھیک ہو گئی۔ کھانا مانگا، پانی مانگا، ٹھیک ٹھاک ہو گئی۔ وہ جب بیمار ہوئی تھی تو اس کا بیٹا سات آٹھ میل دور پیدل جنگل میں جا کر ایک گاؤں میں پیر صاحب کے پاس چلا گیا جو دم کرتے تھے۔ ادھر بھاگ گیا اس سے نمک دم کروا کر لایا۔ وہ کہیں سحری کے قریب واپس پہنچا آتے ہی اس نے ماں کو چٹا دیا۔ جیسے ہی وہ نمک اس کے حلق سے نیچے اترا وہ ویسے ہی ہو گئی جیسے تھی۔ وہ اثر ختم ہو گیا۔

(جاری ہے)

no prescribed limit. The entire month of Ramadan is a month of mercy, pardon, and the granting of capacity for piety. However Ramadan entails certain restrictions on our daily lives. It tells us not to eat or drink even halal foods from a certain time to till a certain time. Why is this restriction imposed? This is to demonstrate that you are Allah's slave and you do as He tells you. It is He Who has forbidden haram food and you comply and refrain from it. He is you Owner and if He tells you to stop eating even what is halal, you obey Him. This gives you the feeling of being present before Him, when it is not only in front of people that you don't eat or drink, but even in the inner most chamber of your house you do not eat or drink as you are aware that Allah is everywhere. You feel the Omnipresence of Allah and spend the entire day before Him, and try not to make mistakes. So the fruit born on Ramadan is the realization of Allah's Presence and excellence in obedience. A believer refrains from even the lawful things when ordered, let alone the forbidden and unlawful. He does not even violate the rules in privacy as he realizes that he is not alone even when he is, as his RABB is with him, watching over him and is aware of his condition. People codemn this world whereas it is very beautiful because it has been created by Allah. It offers great pleasure for the physical body. It is itself material and so is the physical body. It offers the physical eye unlimited beauty to behold; the physical ears many melodious voices and to the physical body uncountable pleasures. Worldly pleasures depend on money, a poor person may have many desires which cannot be fulfilled, because of his poverty. Money becomes important because it can buy all the worldly pleasures available. Allah enjoins zakat upon wealth and demands that His share be deducted from one's wealth. He wants the person to realize that he is not the real owner of the wealth while Allah is. And it is in his custody temporarily which he may use but must give two and a half percent of it, to those who do not have it. The unprivileged are also His slaves, He could have given it to them directly but He asked the affluent believers to give it to them in His name so that the love of wealth may not develop in their hearts. Two and a half percent from the wealth is mandatory, to be given to the deserving lot. However if one errs he may also give money in compensation (kafara), or if someone falls sick he may give charity (sadqa) and also spend in His cause otherwise. Zakat which is two and a half percent is mandatory which cannot be avoided.

to be continued

renew the pact. So he repeats all the aforementioned prayer in the afternoon and then later returns to attend to his business, whether he works in a office, or on daily wages, or on the fields. As the day passes and it is a time of maximum activity, the sun starts to settle down. It is now time to wind up all the business; the shepherd starts to collect his animals, the officer is stacking his files together and the shopkeeper is also busy keeping his merchandise back in order. Allah says come and repeat your oath of allegiance with ME! it is a busy time so at least offer four Rakaat, but do come and talk to ME. When the sun sets, it is time to relax, the work is done, again offer salat, and repeat the promise made earlier. It is now time to enjoy dinner, meet friends, spend time with family and sleep. Allah again asks the believers to talk to him before retiring to bed, before going in oblivion. Who knows one may never come out of sleep! How gracious is He that He has given us such a beautiful time table and taught us such beautiful supplications.

If surah Al-Fatiha is not recited, the salat is not accepted as it is not valid. The exegetics say that when surah Al-Fatiha was revealed the Satan rolled himself in dust and put dust in his head. The Prophet (SAWS) said that the satan is rolling in dust and putting it on his head and is saying that whosoever will follow and practice (Al-Fatiha) it will go beyond influence and I will not be able to harm him. This refers to the outcome of salat, if attained, otherwise if a person verbally repeats this surah but practically obeys satan then obviously he will not benefit the protection it offers.

Quran tells us إِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ (العنکبوت:45) Verily salat restrains you from shameful deeds. It becomes a barrier. What we need to check is, that by Allah's grace we offer salat then what is the result of this relationship? There are people who die after eating life saving drugs. It was a medicine for saving life but had the opposite effect on the patient who took it. People offer salat and start to think highly of themselves. They feel they are very pious and expect others to show them reverence. They want people to obey them unconditionally. Anyone who indulges in such conceit is doomed! For he had offered salat to show obedience to Allah but on the contrary he ended up claiming obedience for himself. So we must analyze the results our worship bears and check whether our worship is generating the desired results. Ramadan has been made obligatory upon us. The blessings it offers are a Divine Gift; A single night Laila-tul-Qadar promises more blessings then a thousand months can offer. How many more? Thousand times, million times, billion times, there is

Worship transforms our lives into living examples of Allah's obedience.

Translated Speech of SHEIKH UL MUKARRAM (MZA) 9-7-2012

So the worshipper was standing alone before Allah, now he has enrolled himself in the vast group of worshippers اِيَّاكَ نَعْبُدُ. We worship You. This is being taught by Allah and it befits His Grace to teach us such a marvellous prayer وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ, we need Your Help. We will not obey anyone in hope of help or favours in Your defiance. We will never disobey You in pursuit of any desire or in any frustration, or for any greed.

While he is worshipping alone he is promising obedience collectively, and adheres to "WE". He says we are weak so please اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ, guide us to the straight path, give us the capacity to be pious. Without Your blessing we can never stand anywhere in piety. Kindly show us the path of those blessed people whom You honored. The path of Prophets (AS), Noble Companions (RAU), righteous scholars and noble people. Kindly protect us from treading the path of those who went astray and qualified for Your Wrath. Protect us from the path of those who disobeyed You and earned punishment, and from the path of those who indulged in exaggerations and thus went astray.

This is the dialogue being made between a worshipper and his RABB. After this he recites a few verses from the QURAN and his heart become full of the spirit of Allah's magnificence سبحان ربی العظیم. My Lord is indeed Glorified and His Grace is extremely Magnanimous. Having said this he still feels unsatiated, thus stands up straight and says سمع اللہ لمن حمدہ, He is listening to what I am saying. He then goes down and prostrates before Him and says Glorified be my سبحان ربی الاعلیٰ, Rabb the most Exalted. Now if you ponder over this entire sequence of worship, what will be the outcome of this entire activity? His practical life will become a living example of Allah's Obedience. He started his day with salat, then got busy with his chores. There are so many matters to be handled, then there is lunch to be taken, a little siesta to be enjoyed and again work to be resumed. Allah invites him to attend to salat again amidst all activity, as he is weak by virtue of being human and he may forget the promises he made in the morning salat. So it is again a chance to

of Silsilah)to our Silsilah. The same year, instruction was given by the Holy Prophet saws for attendance, for the second time, in the form of Umrah.

The Silsilah had been introduced that very year in Peshawar through an Air force officer Hadi Husain Shah who attended the Ijtema' with a company of Sathis from there. Similarly, a group from Mardan and surrounding areas came with Subedar Muhammad Ishaq and another from Loralai Baluchistan. Maulana Fazlur Rahman came to attend the Ijtema' from Kaghan and on his return he was accompanied by Maulvi Sulaiman and Hafiz Abdur Razzaq-rua who toured the area and established a Zikr Halqah (circle)there. The Mufti from Azad Kashmir also attended the Ijtema' which led to a tour by the Silsilah Ahbab to Azad Kashmir and Gilgit, and the spread of the Silsilah there.

For the first time, in 1973 ,the duration of the Ijtema' was fixed to 40days, as the Silsilah Halqah had been extended to the far-flung parts of Gilgit and Baluchistan. According to Hazrat Ji rua's words',Sathis from the borders of China and Russia' also attended that Ijtema.'It commenced on 19th July, at the end of which Hazrat Ji rua made a tour of Kaghan.

The change in locations of the annual Ijtema' from 1961to 1970,indicated that the location of its host had been kept in view. Ijtema' was held where the host of this assembly, Hazrat Ameer ul Mukarram-mza, was residing. Thus, the honour of providing hospitality remained his permanent distinction. His desire to serve the Sathis can be deduced from the fact that once he came carrying curry in a large pot on his head and a huge stack of fresh bread. When someone stepped forward to help him, Hazrat Ameer ul Mukarram-mza who is a symbol of selflessness, did not allow anyone to help and refused by saying",You think that I will put the peeled banana in your mouth. No, I will carry this weight myself"!

Abounding Goodness

When Hazrat Ameer ul Mukarram-mza presented Malik Khuda Bakhsh to Hazrat Ji rua in 1959,he was still young and the permission to open the Silsilah had not yet been received. However, he had such a strong recommendation that Hazrat Ji rua admitted him to the Silsilah. After almost a decade doing Zikr and meditating, Malik Khuda Bakhsh's personality had changed exponentially and his inclination towards religion was regarded as an impediment to his childhood engagement within his family. Seeing this state of affairs Hazrat Ji rua arranged a match for him in the family of Hafiz Ghulam Jilani of Chakwal, after noting their piety and religious inclination. How could a family, in which there was no concept of out-of-family marriages, tolerate this arrangement made within the Silsilah There was a severe reaction from the family and they boycotted his house. Furthermore, they threatened that if Malik Khuda Bakhsh married outside the family, they would ensure that his sister couldn't marry within the family. When Hazrat Ji rua heard of this he said',Now, both of them shall marry within the Silsilah'. (to be continued)

the water reservoirs also dried up, and in that case an announcement would be made in the Masjid for the local people to make arrangements for the Wuzu of the Zakireen (people doing Zikr) . At that moment the sacrifice of the locals was worth noting. Men, women and children from every household, would bring pots of water to be poured into the Masjid water tank. In case of acute scarcity of water in a household, a young child could certainly be seen carrying a glass of water as their contribution. By this, it should not be construed that the Ahbab were some kind of a burden on the locals. On the contrary, during the water scarcity period, the locals anxiously awaited the Ijtema' in the hope that they would be visited by Allah swt's mercy in the form of rain, and that is what usually happened. Often it would rain during these 40 days of the Ijtema' which not only supplied water for the duration of the Ijtema' but also filled the reservoirs till the next rains.

Kerosene lanterns were used to supply light in the early years of the Ijtema' but after sometime Hazrat Ameer ul Mukarram-mza arranged for a generator, which supplied the school with light and also lit the road to the Masjid.

The first Ijtema' of the Silsilah at the Munara School was held in July 1971 for only 2 weeks but historically it was an important Ijtema.'With this Ijtema' Munara attained the honour of becoming the permanent abode for spreading the light of knowledge and wisdom. For almost 10 years, the Ijtema' were held at the school, thereafter a permanent centre of the Silsilah in the shape of Dar ul Irfan was established in the area. During this Ijtema' Hazrat Ji rua presented the matter of his Hajj in the Court of the Holy Prophet saws. Not only was he called, but was ordered to come by whatever means he could.

During this Ijtema' Hafiz Abdur Razzaq-rua was taken severely ill and had to be transferred to Hazrat Ameer ul Mukarram-mza's home. After many days the illness abated and Hazrat Ji rua came to see him and congratulated him on receiving a spiritual rank. Hafiz Sahib said in humility',Hazrat I am not deserving of this. I have neither competence nor knowledge, neither the treasure of cognition nor the wealth of(noble) deeds.' Hazrat Ji rua read a Persian couplet that meant:

Qualification is not a criterion for His Grant,Rather, His Grant becomes the criteria of a qualification.

The annual Munara Ijtema' the following year(1972)commenced on the 15th July and lasted one month. According to one of Hazrat Ji rua's letters, approximately 2000 Ahbab participated, some stayed the full duration, whereas others came and went, staying for four days or so. This year, the Divine Favours bestowed(rained) on the Ahbab were far numerous than in previous years. Hazrat Ji rua stated that all spiritual ranks had been transferred from other Salasil(plural

Hayat-e-Javidan Chapter 20

A Life Eternal(Translation)

CONGREGATIONS

Allama Jallaludin Seuti rua states that the Tasbeeh by the pebbles is often cited as a miracle of the Holy Prophet saws, but this is not his miracle, because in any case the Tasbeeh is recited perpetually by the pebbles. The miracle of the Holy Prophet saws is greater than that, and lies in the fact that ordinary humans were made to hear this Tasbeeh! In Qazi Ji rua's case, the glorification by the pebbles was exactly in accordance with the Divine Injunction, but the Karamah (wondrous act/ happening) was that due to the blessings of collective Zikr and the constant Tawajjuh of Hazrat Ji rua, he was able to hear it spiritually. In the same way, when Hazrat Ji rua conducted the Maraqbah(meditation) of the'Station of Abudiyyat' along with the recitation from the Holy Quran: The stars and the trees, all prostrate themselves (before Allah swt)(Ar-Rahman:6)a large number of Ahbab would spiritually see everything in the universe prostrating before Allah swt.

After Asr prayers, Ahbab did not get a chance to sit for long in Hazrat Ji rua's company when the evening meal would be announced. This meal too was not different from the one served at lunch ;it was consumed before Maghrib, followed by the Maghrib Salah and Zikr, Isha Salah and time to rest. This was the complete itinerary of a day's activities at the Munara Ijtema.'

The scarcity of water at the Munara School also created a situation of Mujahidah(tough/ difficult effort) for the Ahbab. It was forbidden to make Wuzu, except for the Fardh(compulsory) prayers, and Ahbab would often offer all their Salah from Zuhr to Isha with the same Wuzu. Bathing, even in that heat, was out of question however, in the case of a compulsory bath, only three mugs of water were allowed. At that time one realized that this quantity as stipulated by Islamic law was just sufficient for the purpose, neither more, nor less. Every Sathi imposed these strict conditions on himself. The Masjid attendants, without being noticed, also kept an eye over the Ahbab, and if the new Ahbab exceeded this limit, they came to realize immediately that there was someone guarding this precious resource.

Hazrat Ameer ul Mukarram-mza would sometimes get water trucks from springs at Kallar Kahar. But occasionally,

Shahban / Ramzan 1434h

July 2013

مَثَلُ الَّذِيْ يَذْكُرُ رَبَّهٗ وَالَّذِيْ لَا يَذْكُرُ رَبَّهٗ مَثَلُ الْحَيِّ وَالْمَيِّتِ (الحديث)

He Who does zikr allah and who does not zikr allah are like the living and the dead.

Now, if you wish to have a conversation with Allah Karim then stand in prayers(salat), but if you desire that Allah Karim may talk to you then recite Holy Quran

Hazrat Sheikh ul Mukaram
Ameer Muhammad Akram Awan MZA

MONTHLY AL-MURSHID PS/CPL # 15
17-AWASIA SOCIETY-COLLEGE ROAD, TOWN SHIP LAHORE

www.QuranTafseer.net

الحمدللہ کوشش کی گئی ہے کہ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کے حوالے سے تمام کتابیں اور آڈیو وڈیو بیانات کو آپکی سہولت کے لیے ایک جگہ پر اکٹھا کر دیا جائے اور تازہ جمعہ بیانات بھی آپ فوراسن سکیں۔ ویب سائیٹ کی اینڈرائیڈ ایپلیکیشن بھی موجود ہے

آپ اپنے اینڈرائیڈ موبائل میں پلے سٹور سرچ میں جا کر نیچے دیئے گئے الفاظ لکھ کر آسانی سے یہ ایپلیکیشن سرچ کر کے انسٹال کر سکتے ہیں۔

اس ویب سائیٹ اور ایپلیکیشن سے آپ یہ سب کچھ حاصل کر سکتے ہیں۔

1- مفسّر، مترجّم ومفکّرِ قرآن حضرت مولانا امیر محمد اکرم اعوان رحمتہ اللہ علیہ کی آڈیو، وڈیو اور تحریری تینوں طرح کی مکمل 30 پارہ اردو تفسیر اور مکمل 30 پارہ پنجابی تفسیر آڈیو وڈیو۔ 2- مشکوۃ شریف احادیث کی تشریح آسان ترین انداز میں آڈیو اور وڈیو بیانات۔ 3- اگر آپ کو قرآن ناظرہ پڑھنا نہی آتا یا آپ نے قرآن پڑھنا بہت پہلے سیکھا مگر اب صحیح تلفظ سے نہی پڑھ سکتے تو اب آپ دس دس منٹ کی کچھ وڈیوز دیکھ کر ناظرہ قرآن روانی سے پڑھنا سیکھ سکتے ہیں۔ 4- اس زمانہ کے سب سے مشہور 4 قاری صاحبان قاری مشری صاحب قاری السدیس صاحب قاری عبد الباسط صاحب اور قاری عادل الکلبانی صاحب کی آواز میں پورے قرآن کی آڈیوز سن سکتے ہیں۔ 5- حضرت مولانا امیر محمد اکرم اعوان رحمتہ اللہ علیہ کا نعتیہ کلام 6- ذکر کرنے کا ایسا طریقہ جس سے آپ کا دل اور جسم کا ہر ذرہ اللہ کا ذکر کرنے لگے مکمل تفصیلات موجود۔ 7- پچھلے دس سال کے سالانہ اور ماہانہ روحانی اجتماعات آڈیو وڈیو بیانات کا خزانہ 8- اسلامی سوال جواب ٹی وی پروگرام المرشد کی تمام آڈیوز وڈیوز۔

9- سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کی تمام کتابیں اور 1981 سے آج تک کے تقریبا تمام المرشد میگزین پی-ڈی-ایف میں ڈاؤن لوڈ کے لیے موجود۔ جلسوں، جمعہ بیان، سالانہ، ماہانہ اجتماعات کے بیانات کی تازہ آڈیوز فوراً ایپلیکیشن اور ویب سائیٹ پر آپ سن سکتے ہیں۔ آئی فون، ونڈوز موبائل اور کمپیوٹر والے حضرات یہ سب کچھ اوپر دی گئی ویب سائیٹ سے حاصل کر سکتے ہیں۔

آپ کی سہولت کے لیے سلسلہ کی کوئی بھی کتاب یا کسی بھی پارہ کی تفسیر پی-ڈی-ایف میں آپ کو اپنے وٹس ایپ پر چاہیے ہو تو اس نمبر پر کتاب کا نام یا پارہ نمبر بتا کر اپنے وٹس ایپ سے میسج کر کے حاصل کر سکتے ہیں۔ 03235205255